وقل رب ارحمھا کما ربینی صغیرا

ماں کے حوالے سے لکھے گئے نظم اور غزل کا مجموعہ

مرتب

ابوذر شیبان

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

ماں

ماں کے حوالے سے لکھے گئے نظم اور غزل کا مجموعہ

مرتب

ابوذر شیبان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب کا نام	:	ماں
مرتب	:	ابوذر شیبان
کمپوزنگ	:	ابوذر شیبان
صفحات	:	270
ناشر	:	
سال اشاعت	:	2019
پتہ	:	استھانواں، نالندہ بہار
موبائل نمبر	:	8709059896

فہرست نظم و غزل

نمبر	عناوین	شاعر کا نام	صفحہ نمبر

اپنی بات

یہ کتابچہ میں نے اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں مرتب کیا ہے،اس ماں کی یاد میں جس نے مجھے سب پہلے قلم پکڑ کر لکھنا سکھایا، جس کی وجہ سے میں آج چند سطر لکھنے اور پڑھنے کے قابل ہوا، اوراس قابل ہوا کہ سوچ اور سمجھ سکوں۔ ہم سب بھائیوں بہنوں کو ابتدائی کتابیں ہماری والدہ نے ہی پڑھائیں، حالانکہ میری والدہ کی تعلیم صرف اپنے گھر تک ہی محدود تھی، لیکن علمی گھرانے سے وابستگی اور ایک ذی علم اور ذوق مطالعہ کے حامل باپ کی بیٹی ہونے کی وجہ سے ان کو علم سے ایک خاص دلچسپی تھی، وہ خود بھی دینی کتابوں کا مطالعہ کرتی تھیں،اور ہم سب بھائی بہنوں کی تعلیم کے لئے ہمارے والد صاحب سے زیادہ فکر مند رہتی تھیں،انہی کی فکر اور جذبے سے ہمارے بڑے بھائی حافظ وعالم بنے،اور میں اور ہم سے ایک بڑے بھائی انجنیر بنے اور ابھی دو بھائی اپنی تعلیم میں لگے ہوئے۔ ہماری والدہ کی محنت اور کوشش سے ہماری بہن بھی حافظہ بنی۔ غرض یہ ہے کہ میری والدہ ہر چیز سے پہلے تعلیم کو فوقیت دیتی تھیں۔ تربیت کا بھی ایک عجب انداز تھا، ہر چھوٹی سے چھوٹی غلطی پر پکڑ فرماتی تھیں جس کو عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بچپن میں ہماری والدہ نے جس چیز سے روکا تھا آج اس کی طرف دھیان بھی نہیں جاتا۔ کبھی کسی غلطی پر سرزنش کرنا بھی یامارنے کی ضرورت ہوتی تو وہ خود نہیں مارتیں بلکہ ابو سے کہتی کہ دیکھیے بیٹے نے یہ غلطی کی ہے اس کو ماریئے، یہ ماں کی محبت ہے کہ ماں اپنی اولاد کی جلدی پٹائی نہیں کرتی ہے، اگر مار بھی دے تو پھر اس کو اپنی مامتا کے آنچل میں چھپا بھی لیتی ہے، باپ کو مارنے کا حکم ہے، حدیث میں آیا ہے کہ باپ کی مار اولاد کے لئے ایسی ہے جیسے سوکھے درخت کے لئے پانی۔ ہمارے والد صاحب حافظ وعالم ہیں، اللہ ان کو صحت و تندرستی عطا فرمائے، تا دیر ان کا سایہ ہملوگوں پر سلامتی کے ساتھ قائم رکھے، وہ بھی ہم لوگوں کی تربیت پر خصوصی توجہ

دیتے رہے، والد صاحب کا روزانہ کا معمول تھا کہ مغرب سے عشاء تک ہم سب بھائی بہن کو لے کر بیٹھتے اور سبق سنتے تھے، جب والد صاحب نہیں رہتے تھے تو ہماری والدہ ہم سب کو مغرب سے عشا تک پڑھاتی تھیں۔ سارے گھریلو کام کو یا تو مغرب سے پہلے کر لیتی یا پھر پڑھانے کے بعد کام کرتیں تھیں۔

قدم قدم پر ہم لوگوں کی رہبری کرتی تھیں، یہی وجہ ہے کہ وفات کو لگ بھگ ایک مہینہ ہونے جارہا لیکن میں ایک عجب کیفیت میں مبتلا ہوں، ابھی تک ان کی باتیں اور یادیں ہر وقت دل و دماغ میں گردش کرتی رہتی ہیں۔ حالانکہ ہماری والدہ نے ایک اچھی موت پائی، عاشورہ کے دن اپنے رب کے حضور حاضری دی ہے، روح بھی اتنی آسانی کے ساتھ قفس عنصری سے پرواز کر گئی کے کسی کو پتا بھی نہیں چلا، حالانکہ ان کا سر میرے بڑے بھائی کی گود میں تھا، وہ لوگ ہاسپٹل سے واپس لے کر آرہے تھے، سب لوگ یسین شریف کی تلاوت کر رہے تھے اسی لئے کسی کو اس کا احساس نہیں ہوا ۔جب گھر میں داخل ہوئے تو معلوم چلا۔ لگ بھگ دو سال کا عرصہ بیماری میں گذرا، یہی اللہ کی مرضی تھی کہ اللہ تعالی ان کو گناہوں سے پاک صاف کر کے اپنے پاس بلانا چاہتے تھے۔ رحمہا اللہ رحمۃ واسعۃ۔

بہر حال ہم سب کو بھی اس عارضی قیام گاہ کو چھوڑ کر ابدی و دائمی مقام پر جانا ہے، لیکن انسان کے لئے اس کے ماں کا اس دنیا جانا ایک بہت بڑا حادثہ ہے، کیونکہ انسان صرف ماں کی صورت سے ہی محروم نہیں ہو جاتا ہے، بلکہ ماں کی محبت، ماں کی دعاؤں سے محروم ہو جاتا ہے، اور ماں اپنے ساتھ گھر کی رونق بھی لے جاتی، ماں کے جانے کے بعد گھر کی ویسی ہی حالت ہو جاتی جیسے کسی چمن کی پھول تو کھلے ہوئے ہوں، لیکن مرجھائے ہوئے ہوں، کیونکہ چمن کا مالی اب نہیں رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ میں نے بہت سے بزرگوں کو ماں کی وفات کے بعد بہت دنوں تک غمگیں پایا، خود علامہ اقبال علیہ الرحمہ اپنی والدہ کی وفات کے بعد ایک مہینہ تک غم و حزن کے عالم میں رہے، اسی دوران

انہوں نے اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں وہ نظم لکھی جو درد بھری نظم ہے، میں نے اس مجموعہ میں اس کو شامل کیا ہے، اس میں انہوں نے تقدیر کے فیصلہ کے ذکر ہی سے اپنی بات کا آغاز کیا ہے اور دل کو تسلی دی ہے۔

اس مجموعہ میں میں نے ماں کے حوالے سے جو نظمیں اور غزلیں مجھے آسانی سے کتابوں اور انٹرنیٹ وغیرہ پر دستیاب ہو سکیں ان کو شامل کیا ہے، اس میں کسی مخصوص شاعر کے کلام سے منتخب کر کے شامل نہیں کیا گیا ہے، ممکن ہے کہ بہت سے مشہور شاعر کا کلام اس میں شامل نہ ہو، یا وہ کلام اس میں شامل ہو جو ادب کے معیار پر پورا نہ اترے، میں نے اس پر توجہ نہیں دی ہے، بلکہ صرف ماں کی محبت اور اس کی عظمت کو دھیان میں رکھ کر جو بھی کلام اور اشعار، نظمیں اور غزلیں دستیاب ہو سکی ہیں ان کو شامل کیا ہے۔ بہت سے شعراء کا نام معلوم نہ ہو سکا اس لئے وہاں شاعر کا نام نہیں لکھا ہے۔ اگر کسی کے پاس یہ مجموعہ پہنچے تو براہ کرم اگر شاعر کا نام معلوم ہو تو مطلع کر دیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میری والدہ ماجدہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور ان کی بلندی درجات کے لئے دعا کریں کہ اس سے بڑھ کوئی چیز نہیں۔

میں اپنی بات اس اشعار کے ساتھ ختم کرتا ہوں

جھونکے تیری یاد کے اے ماں کرتے ایسا مجھے افسردہ
نہیں رکتا یہ ابر چشم سے، ہو جاتا ہوں پھر ایسا غمزدہ
آئے گا نہیں واپس، رخصت ہو جائے دار فانی سے جو
سر جھکا لیا تسلیم و رضا کے سامنے، طبیعت ہے بہت نم دیدہ
آغوش مادر کی حسیں لیل و نہار بھلائے نہیں بھولتی
تبسم گل ہوتی ہوں گی ، بھیجتا ہوں جب سوغات عمدہ

ابوذر محمد شیبان

میرا خط۔۔۔۔۔امی جان کے نام

میری پیاری امی جان

السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

آج میں اپنی زندگی میں پہلی بار آپ کو خط لکھ رہا ہوں، افسوس اس بات کا ہے کہ اس وقت لکھ رہا ہوں جب آپ ہم سے اتنی دور چلی گئی ہیں کہ وہاں سے واپسی ناممکن ہے اور میں یہ جاننے کے باوجود بھی یہ خط لکھ رہا ہوں کے یہ کاغذ کا ٹکڑا آپ تک نہیں پہنچ پائے گا، کیونکہ آپ تک اس کے پہنچنے کا کوئی مواصلاتی نظام اور کوئی سسٹم نہیں، لیکن ایک ایسا راستہ ہے جس کو دنیاوی وسائل کی ضرورت نہیں ہے، وہ ہے دل سے دل کا رشتہ اور روح سے روح کا رشتہ۔ یہ ایک ایسا سسٹم ہے جس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں، جو ایک دل سے نکل کر دوسرے دل تک پہنچ جاتی ہے اور مجھے امید ہے کہ میری یہ دل کی آواز آپ تک اللہ تعالیٰ پہنچادیں گے۔

امی جان! جب تک آپ ہم لوگوں کے ساتھ تھیں تو مجھے فخر محسوس ہوتا تھا کہ میری ماں کا سایہ میرے سر پر ہے اور ان لوگوں کو دیکھ کر جن کی مائیں اس دنیا میں نہیں تھیں میں خود پر رشک کرتا تھا اور اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا تھا کہ

ابھی زندہ ہے ماں میری مجھے کچھ بھی نہیں ہو گا

میں گھر سے جب نکلتا ہوں دعا بھی ساتھ چلتی ہے

کچھ نہیں ہو گا تو آنچل میں چھپا لے گی مجھے

ماں کبھی سر پہ کھلی چھت نہیں رہنے دے گی

لیکن امی آپ کے جانے کے بعد میں بھی ان بد قسمت لوگوں کی فہرست میں شامل ہو گیا جن کی مائیں ان کے ساتھ نہیں ہیں۔امی آپ کے جانے کے بعد اب بہت سنبھل سنبھل کر چلنا پڑتا ہے کیونکہ اب آپ کی دعائیں ساتھ نہیں ہیں،آپ کی دعائوں نے نہ جانے کتنے حادثات اور مصیبت کو ہمارے پاس آنے سے روکے رکھا تھا۔نبی کو بھی ماں کے وفات کے بعد سنبھل سنبھل کر چلنے کو کہا گیا تھا،حضرت موسی علیہ السلام کی والدہ کی وفات کے بعد جب حضرت موسی علیہ السلام کہیں جا رہے تھے تو راستے میں ٹھوکر لگی تو اس وقت ان کو ندا آئی کہ اے موسی سنبھل کر چل اب تیری ماں دنیا میں نہیں ہے۔امی جان بس اسی کی فکر رہتی ہے کہ اب وہ دعائیں کون دے گا جو مصیبت اور حادثات کو ٹالتی تھیں۔

اے میری پیاری امی جان آپ اس عارضی اور فانی دنیا کو چھوڑ کر اصلی اور ابدی مقام میں چلی گئیں ، جہاں آپ سے پہلے بھی لوگ گئے ہیں اور آپ کے بعد بھی جائیں گے۔امی جب وہاں پہونچی ہوں گی تو وہاں بہت زبردست منظر ہو گا۔۔نا امی، سب لوگ آپ کے استقبال کے لئے آئے

ہوں گے۔ سب سے آگے آگے نانا جان ہوں گے ،نانا جان آپ کو دیکھتے ہیں خوشی سے نہال ہو گئے ہوں گے ،اپنے گلے سے لگایا ہو گا،آپ تو ان کی سب سے چہیتی بیٹی تھیں ، نانا جان آپ کو سب سے زیادہ چاہتے تھے ، نانا جان کو آپ پر اپنے سب اولاد سے زیادہ فخر بھی تھا، جب ہی توآپ کو سب سے پہلے اپنے پاس بلا لیا، اور آپ کو بھی نانا جان پر بہت فخر اور ناز تھا، آپ ہم لوگوں سے اکثر فخر سے نانا جان کا تذکرہ کرتی تھیں ،اکثر ان کی کہانیاں سنایا کرتی تھیں۔اب توآپ اپنے ابا کے پاس ہیں ،اب تو آپ خوش ہوں گی۔۔۔۔نا امی۔۔۔

امی دادا جان اور دادی بھی آپ سے ملنے آئی ہوں گی۔ دادی آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی ہوں گی،اور آپ سے سب کے بارے میں خیریت پوچھ رہی ہوں گی، خاص طور پر اپنے بیٹے (ابو) کے بارے میں آپ سے پوچھا ہو گا۔ سب رشتہ دار آپ سے ملنے کے لئے آرہے ہوں گے۔ سب سے زیادہ توآپ کو دیکھ کر آپ کا وہ لخت جگر خوش ہوا ہو گا جو ایام طفلی میں داغ مفارقت دے گیا تھا، وہ آپ کو دیکھ کر ڈورتے ہوئے امی امی کہتا ہوا آپ سے لپٹ گیا ہو گا ،انہوں نے تو بھی آپ کی طویل جدائی برداشت کی ہے اور آپ بھی تو ان کو اکثر یاد کر کے آنسو بہاتی تھیں۔ اللہ نے آپ کو ہم لوگوں سے لے کر ان تک پہنچادیا، ماں بیٹے کی یہ جدائی اب ختم ہوئی۔

امی آپ کی بہت یاد آتی ہے ،آپ کی یاد سے اکثر انکھیں آنسو سے بھر جاتی ہیں رونا آتا ہے، لیکن لوگ رونے نہیں دیتے۔ امی آپ کو تو معلوم ہے نا مجھ سے غم برداشت نہیں ہوتا، جب کبھی کسی طرح کی کوئی پریشانی ہو جاتی تھی آپ مجھے ہمت دلاتی تھیں دلاسہ دیتی تھیں ، کہتی تھیں بیٹا میں ہوں نا، امی اب یہ کوئی کہنے والا نہیں۔ امی آپ میری ہمت اور طاقت تھیں ،آپ کے جانے کے بعد

میری ہمت بالکل ٹوٹ گئی ہے، امی آپ ساتھ لے کر چلتی مجھے، ایسے بھی آپ نے کبھی اکیلے سفر نہیں کیا تھا، اتنا طویل سفر آپ نے اکیلے کیسے کر لیا۔ قدم قدم پر آپ کی یاد آتی ہے، جب گھر آتا ہوں آپ کو نہیں پاتا ہوں تو دل بے چین ہو جاتا ہے، گھر میں رہنے کو دل نہیں کرتا، دل کرتا ہے آپ کے پاس آ جاوں، لیکن یہ میرے اختیار میں نہیں۔ جب بھی گھر سے باہر قدم نکالتا ہوں تو آپ کی آواز کانوں سے ٹکراتی ہے، کہاں جا رہے، باہر مینں زیادہ دیر نہیں رہنا، ادھر اُدھر نہیں بیٹھنا، جلدی سے گھر آ جانا۔ جب سفر کے لئے نکلتا ہوں تو آپ کی ساری نصیحتیں یاد آجاتی ہیں، امی بس آپ کے یادوں کے سہارے زندگی گذار رہا ہوں، کھانا کھانے کے لئے جب کوئی آواز دیتا ہے تو آپ کی یاد آجاتی ہے اور آپ کے ہاتھ سے بنائے ہوئے کھانے کے ذائقے یاد آجاتے ہیں۔

امی آپ نے ہم لوگوں کے لئیے کتنی قربانیاں دیں اور کتنی تکلیفیں برداشت کیں، نہ جانے کتنی راتیں آپ نے جاگ کر گذار دی، نہ جانے کتنی راتیں آپ بھوکی سوئیں ہوں گی، ہم لوگوں کی خاطر وہ تو آپ جانتی ہیں کہ اور آپ کا اللہ، لیکن ہم یہ یقین سے کہتے ہیں ہم لوگوں کو بنانے کے لئے آپ نے اپنے آپ کو ہر طرح قربان کر دیا، کبھی اپنی خواہشات کی پرواتک نہیں کی اور نہ کبھی اس کے بارے میں سوچا، ہمیشہ تکلیف اور صبر کے ساتھ خوشی خوشی زندگی گذارتی رہیں، کبھی اپنی تکلیف کو کسی سے بتایا بھی نہیں، اپنی بیماری کو بھی چھپاتی رہیں اور تکلیف جھیلتی رہیں۔ آپ صرف ہم لوگوں کو خوش دیکھنا چاہتی تھیں، ہم لوگوں کی تربیت کرنے میں اپنی ساری زندگی اور توانائی صرف کر دی۔

امی اس دن آپ کتنی خوش تھیں جب بھائی جان نے قرآن حفظ مکمل کیا تھا اور جب ان کی دستار بندی ہوئی تھی۔ بھائی جان کو عالم بنانے میں بھی آپ کی کوشش کا ہی دخل تھا۔ آپ نے اپنا جمع

کیا ہوا پیسہ دے کر بھائی جان کو ندوہ پڑھنے کے لئے بھیجا تھا، آپ کا یہ جذبہ دیکھ کر مجھے ان بزرگوں کی ماؤں کی یاد آگئی جن کی مائیں اپنا زیور بیچ کر اپنے بچوں کو علم حاصل کرنے لئے بھیجتی تھیں۔ امی یقیناً بھائی جان کے ہر نیک عمل میں اور ان کے ذریعے سے جو بھی خیر وجود میں آئے گا اس میں آپ کا حصہ ہو گا۔

امی لوگ آپ پر رشک کرتے ہیں کہ آپ عالم، حافظ اور داعی کی ماں اور بیوی ہیں۔ آپ کی دو دو اولاد حافظ قرآن ہے۔ امی آپ کو قیامت کے دن نور کے دو جوڑے پہنائے جائیں گے جس کی روشنی سورج سے بھی زیادہ ہو گی۔ اسی وجہ سے بھائی جان سے آپ کو ایک قلبی تعلق تھا، آپ بھائی جان کی ہر خوشی میں شریک رہیں، بلکہ اپنے ہاتھوں سے ان کی ہر خوشی کو پورا کیا، آپ نے اپنی پسند سے ان کے لئے دلہن کھوج کر لایا اور اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر میں اتارا، اور بھائی جان کے اولاد کو بھی دیکھ لیا اور اس کے عقیقہ میں بھی شریک رہیں۔ ہم لوگ اس سے محروم رہ گئے۔ امی آپ کو معلوم ہے آپ کی جنازہ کی نماز بھی بھائی جان نے ہی پڑھائی اور آپ کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا، بھائی جان ہم لوگ سے زیادہ خوش قسمت ہیں کہ آپ کی روح بھی نکلی تو ان کی گود میں۔

میں بڑا بد قسمت ہوں امی، آپ کی خدمت کا موقع ملا، لیکن آپ کی خدمت میں کوتاہی کی، حالانکہ امی آپ نے میرے لئے کتنی قربانیاں دی ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں امتحان کی تیاری کرتا تھا تو رات میں جب تک پڑھتا رہتا تھا، آپ جاگتی رہتی تھیں، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ میں پڑھتے پڑھتے سو جاتا، آپ آکر لائٹ بند کرتی تھی اور ہماری کتابوں کو اٹھا کر رکھتی تھیں۔ ہمیں پڑھنے کے لئے باہر بھیجنے کے لئے ابو کو آپ نے ہی تیار کیا، بلکہ جب میں ڈپلومہ کرنے جا رہا تھا تو آپ کا ہی پیسہ جو

جمع تھا آپ کے اکاونٹ میں وہی لے کر گیا تھا۔ قدم قدم پر آپ ہم لوگوں کا سہارا تھیں، امی آپ نے ہم لوگوں سے کچھ بھی نہیں لیا اور نہ ہم لوگ آپ کو کچھ دے سکے، افسوس تو یہ ہے کہ ہم لوگ اچھی طرح سے آپ کا علاج بھی نہیں کرا سکے اور تیمار داری اور خدمت میں بھی کوتاہی کی۔ اللہ تعالی ہم لوگ کو معاف کرے، اور آپ کو ہم لوگوں کی طرف سے بہترین اجر عطا فرمائے

ابو بھی اب اکیلا پن محسوس کرتے ہیں آپ کی بیماری سے ہی وہ اکیلا پن محسوس کر رہے ہیں ،آپ ان کی ہمت تھیں، جب کبھی ہمت ہار جاتے یا گھبرا جاتے تھے تو آپ ابو کو ہمت دلاتی تھیں۔ اللہ ہم لوگ کو یہ ہمت دے کہ آپ کی کمی کو پورا کر سکیں اور ان کا سہارا بن سکیں۔

امی کی آپ کی جدائی کا صدمہ بہت تکلیف دہ اور جاں گداز ہے، لیکن آپ جس حالت میں دنیا سے گئی ہیں اس کو دیکھ کر صبر آجاتا ہے، آپ نے اچھی موت پائی ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہم سب اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتے اور آپ اللہ کے سامنے سر اٹھا کر جاتیں کے کہ میں پانچ شہید بیٹوں کی ماں ہوں، جس طرح صحابیات قیامت کے میدان میں کہیں گی کہ میں شہید کی ماں ہوں، لیکن امی آپ تو سب سے سبقت کرکے خود شہدا کی صف میں شامل ہو گئیں۔ جس دن آپ دنیا سے گئی ہیں وہ بہت ہی مقدس دن ہے، اسی دن اہل بیت اور جگر گوشہ رسول، نوجوانوں کے سرادار ؓ نے شہادت پائی، یہ دن صرف مسلمانوں کے لئے ہی مقدس دن نہیں بلکہ اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کے لئے بھی مقدس دن ہے، یہ دن آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے سے مقدس اور متبرک ہے۔آپ نے اس دن اپنے محبوب حقیقی سے ملاقات کی ہے۔

یاد توآپ کی ہمیں بہت ٹرپاتی ہے، ہم اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ یہ تو عارضی جدائی ہے، ہمیں بھی تو وہیں جانا ہے جہاں آپ ہم سے پہلے پہنچ چکی ہیں، کچھ وقتوں کی بات تو ہے، اس کے بعد توآپ سے ملاقات ہو گی ہی انشااللہ۔ ہم سارے گھر والے جنت میں پھر سے ایک جگہ جمع ہوں گے، ایک دستر خوان پر کھانا کھائیں، ایک محل میں رہیں گے، جہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی، بہت مزا آئے گا، بس اللہ سے یہ دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو جنت الفردوس میں ایک جگہ جمع کردے، اوراس عمل کی توفیق عطافرمائے جس سے اللہ راضی ہو کر جنت میں داخل فرمادے۔آمین۔

ہم لوگ آپ کی اس دنیا میں کوئی مالی خدمت نہیں کر سکے، لیکن اب ان شااللہ اعمال کے ذریعے سے آپ کی روح کوراحت پہنچاتے رہیں گے، کیونکہ اب آپ کے لئے اصل جو کام کی چیز ہے وہ تواعمال ہی ہیں۔آپ کی یہ خواہش تھی کہ آپ بیت اللہ کی زیارت کرتیں، حج وعمرہ کے لئے جاتیں ، لیکن آپ اپنی زندگی میں اس خواہش کو پورا نہ کر سکیں، انشاءاللہ آپ کی اس خواہش کو ہم لوگ پورا کریں گے۔

امی آپ ہم لوگ کی خوشی میں شامل ہوتی رہیے گا، جس طرح نانا جان آپ کے خواب میں آکرآپ کی ہر خوشی اور غم میں شریک رہتے تھے، آپ بھی ہم لوگوں کے خواب میں آکر ہم لوگ کی خوشی میں شامل ہوتی رہئے گا اور ہم لوگوں کی رہبری کرتے رہیے گا۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب بھائی بہنوں میں اتحاد واتفاق قائم رکھے اور ہم سب کوآپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔آپ نے ہم لوگوں کی جس طرح تربیت کی ہے اس طرح زندگی گذارتے رہیں، اور اللہ اوراس کے رسول کے حکموں کو پورا کرتے رہیں۔

سب لوگ یہاں خیریت سے ہیں۔اللہ پاک آپ کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام پر فائز کرے۔آمین

آپ کا بیٹا

شیبان

ماں کی محبت

جدائی میں ترستی ہے بچھڑ جانے پہ مرتی ہے
یقیناً یہ حقیقت ہے محبت ماں ہی ماں کرتی ہے
جسے چاہے سجا رکھتی ہے دل میں اور آنکھوں میں
ہم وقت اسی کو چپکے چپکے یاد کرتی ہے
سراپا منتظر ہو کر دعائیں مانگنے والی
شب فرقت میں اس کے واسطے آہیں بھی بھرتی ہے

ایک صحابی نے ایک درخت پر ایک گھونسلہ دیکھا جس میں چھوٹے چھوٹے بچے تھے، چڑیا کہیں گئی ہوئی تھی ان کو وہ پیارے لگے، اس لئے انہوں نے بچے کو پکڑ لیا۔ ذرا دیر میں اس چڑیا کی ماں بھی آگئی، بچے کو ہاتھ میں دیکھ کر اس صحابیؓ کے سر پر چہچہانا شروع کر دیا۔ وہ ان کے سر پر اڑتی رہی، چہچہاتی رہی، وہ صحابیؓ سمجھ نہ پائے، بالآخر تھک کر چڑیا کی ماں ان کے کندھے پر بیٹھ گئی۔ انہوں نے اس کو بھی پکڑ لیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر پیش کیا۔ اور کہا اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! یہ بچے کتنے پیارے اور خوبصورت ہیں اور سارا واقعہ بھی سنایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بات سمجھائی کہ ماں کے دل میں بچے کی اتنی محبت تھی کہ پہلے تو یہ تمہارے سر پر اڑتی رہی اور یہ فریاد کرتی رہی کہ میرے بچے کو آزاد کر دو، میں ان کی ماں ہوں۔ مجھے میرے بچے سے جدا نہ کرو۔ مگر آپ سمجھ نہ سکے، تو اس ننھی سی ماں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں بچے کے بغیر تو نہیں رہ سکتی، میں اپنے بچے سے الگ آزاد رہ کر کیا کروں گی، اس لئے تمہارے کندھے پر آ کر بیٹھ گئی، کہ اگر چہ میں قید ہو جاؤں گی، مگر بچے کے ساتھ تو رہوں گی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کو واپس

اپنی جگہ چھوڑ آؤ۔ آپ نے مرغی کو تو دیکھا ہو گا۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے ہیں، اگر کبھی بلی قریب آنے لگے، تو یہ مرغی ان بچوں کو اپنے پیچھے کر لیتی ہے، اور بلی کے سامنے ڈٹ کر کھڑی ہو جاتی ہے، مرغی کو پتہ ہے کہ میں بلی کا مقابلہ نہیں کر سکتی، مگر اس کو یہ بھی پتہ کہ میں اپنے آنکھوں کے سامنے بچوں کو بلی کا لقمہ بننے نہیں دے سکتی۔ اس کی محبت برداشت نہیں کرتی، اس کی ممتا برداشت نہیں کر سکتی، وہ سمجھتی ہے کہ بلی پہلے میرا جان لے گی، اور میرے بعد میرے بچوں کو ہاتھ لگائے گی، ماں کے دل کی محبت کا اندازہ لگائیے۔ جبکہ یہ ایک پرندہ ہے، تو انسان کا کیا حال ہو گا۔

اک ماں کے دل میں بچے کی کتنی محبت ہوتی ہے اسکا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ جوان بچیاں اس بات کو نہیں سمجھ سکتیں، جب تک وہ زندگی کے اس حصے تک نہ پہنچ جائیں۔ جو اللہ رب العزت نے ماں کے دل میں ودیعت کر دی، کیوں کہ اسکو بچے کی پرورش کرنی تھی، اسے بچوں کو پالنا تھا۔ ماں کے دل میں ایسی محبت ہوتی ہے کہ بچوں کے ہر معاملہ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہے، ایک لڑکی جس کی شادی کو چند سال ہو گئے اولاد نہیں ہو رہی ہے، اپنے گھر میں غمگیں مصلے پہ بیٹھی رو رہی ہو گی، دعائیں مانگے گی۔ اے اللہ ! مجھے اولاد عطا فرما دے، اگر کوئی اس لڑکی سے پوچھے کہ تمہیں اللہ نے حسن و جمال عطا فرمایا ہے، اچھی تعلیم عطا کئے، مال و دولت کے ڈھیر عطا کئے، دنیا کی عزتیں عطا کیں، ہر نعمت تمہارے پاس موجود ہے، پھر بھی کیوں پریشان ہو، وہ جواب دے گی ایک نعمت ایسی ہے جو سب سے بڑی ہے، میں اللہ سے وہ مانگ رہی ہوں ، یہ حج کو جائے گی تو طواف کعبہ کے بعد اولاد کی دعائیں کرے گی۔ مقام ابراہیم پر سجدہ کرے گی تو اولاد ہی کی دعائیں کریگی، غلاف کعبہ کو پکڑے گی تو اولاد کی دعائیں کرے گی، تہجد کی نماز پڑھے گی تو اولاد کی دعائیں کرے گی۔ کبھی لیلۃ القدر میں جاگنا نصیب ہوا تو اولاد کی ہی دعائیں کریگی، آخر یہ اولاد کیسی نعمت ہے جس کی وجہ سے مغموم ہے، پریشان ہے، حالانکہ وہ لڑکی جانتی ہے کہ جب میں ماں بننے لگوں گی تو نو مہینے کا عرصہ میری بیماری میں گزرے گا۔ نہ میرا دل کچھ کھانے کو چاہے گا، اور نہ کچھ پینے کو، اسے یہ بھی پتہ ہوتا

ہے کہ جب میں ماں بنوں گی تو دو سالوں کے لئے مجھے سونے کا موقع نہیں ملے گا میں سارا دن بچے کا کام کروں گی، مگر پھر بھی اپنے اولاد کے لئے ہر مصیبت اٹھانے کو تیار رہتی ہے، اور جب بچے کی ولادت ہو جاتی ہے تو وہ اپنے آپ کو بھول جاتی ہے، اگر ہر وقت کچھ ہے تو بس بچے کی فکر ہے، کبھی اسے پلا رہی ہے، کبھی اسے سلا رہی ہے، کبھی پہنا رہی ہے، کبھی بہلا رہی ہے، ہر وقت سوچ ہے تو بچے کے بارے میں، ہر وقت فکر ہے تو بس بچے کے بارے میں، بچے کو خوش دیکھ کر یہ خوش ہو جاتی ہے، اور بچے کو دکھی دیکھ کر یہ غم زدہ ہو جاتی ہے، بچہ کی ولادت ہو گئی تو اب محبت کا پیمانہ بھی بدل گیا، اس طرح کے اگر کوئی اس کا قریبی رشتہ دار بچے کو پیار نہ کرے اس کو بھی اپنا غیر سمجھنے لگ جاتی ہے، اور اگر کوئی غیر اس کے بچے سے محبت کا اظہار کرے تو اسے ہی اپنا سمجھنے لگتی ہے بچے کی جدائی اس سے برداشت نہیں ہو سکتی، جب بچہ ماں کے گود میں آجاتا ہے تو سمجھتی ہے کہ ساری دنیا کی خوشی میری گود میں آگئی، یہ کیا چیز ہے؟ یہ بچے کی محبت ہے جو اللہ نے اس کے دل میں ڈال دی۔ پہلے بچے کو کھلاتی ہے پھر خود کھاتی ہے، پہلے بچے کو پلاتی ہے پھر خود پیتی ہے، پہلے بچے کو سلاتی ہے پھر خود سوتی ہے، سارا دن اس نے کام کیا تھکی ہوئی تھی، آنکھیں نیند سے بھری ہوئی تھیں، جیسے ہی لیٹی بچے نے رونا شروع کر دیا اسی وقت یہ بچے کو اٹھا کے بیٹھ جائے گی اپنے آرام کو قربان کر دے گی، اگر بچے کو اس کے گود ہی میں نیند آگئی تو وہیں بیٹھی رہے گی ذرا بھی حرکت نہیں کرے گی دل میں یہ آئے گا کہ میرا بچہ نہ کہیں جاگ جائے، یہ خود بھی تھکی ہوئی تھی مگر پھر بھی جاگ رہی ہے کیوں کہ بچے کا جاگنا اس کو گوارہ نہیں، یہ ہے ماں کی محبت و ممتا ایک اولاد کے لئے۔ اور اولاد جب بڑا ہوتا ہے، ہوش و عقل والا ہوتا ہے، تو ماں اس سے بہت ساری ارمانیں باندھے بچے کو گلے لگاتی ہے، اور سوچتی ہے کہ میں نے اپنے بچے کو بڑے لاڈ سے پالا اور بڑا کیا ہے، اب بڑھاپے میں میری کام آئے گا، مگر بیٹا جب بڑا ہوتا ہے تو اپنی پیاری ماں سے رو گردانی کرنے لگتا ہے، اس وقت ماں کو اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ ماں اگر خدا کے حضور میں فریاد کر دے تو بیٹا جل کر خاک ہو جائے، اور اس کی ہستی ختم ہو جائے، مگر پھر

بھی ماں ہے کہ اولاد کے لئے خدا سے خوشی کی بھیک ہی مانگتی نظر آتی ہے، ماں کی محبت و پیار کا اندازہ اس سچی اور سبق آموز کہانی سے لگائیے۔

ایک نوجوان کی شادی ہوئی اس کو بیوی سے بہت پیار تھا، مگر بیوی طبیعت کے اعتبار سے کام چور تھی، وہ اپنے ساس اور سسر کی خدمت کو بوجھ سمجھتی تھی، کچھ عرصے بعد جب اس نے دیکھا کہ اس کا خاوند اس سے بہت پیار و محبت کرنے لگا تو وہ اپنے شوہر سے تھوڑی ناراض ناراض سی رہنے لگی، شوہر کو دیکھتے دیکھتے یہ برداشت نہ ہوا تو اس نے ایک دن پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تم اداس اداس سی رہتی ہو؟ کہنے لگی میں تمہارے ساتھ ٹھیک رہوں گی، جب تم یہاں سے مجھے میرے گھر واپس لے چلو، اور میرے ساتھ وہیں رہو، میں آپ کے ساتھ تو خوش رہ سکتی ہوں مگر اس گھر میں ان بوڑھوں کی خدمت کرنا پڑتا ہے، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ وہ نوجوان ایسا تھا کہ اس نے بیوی کی بات مان لیا۔ بوڑھے ماں باپ کو چھوڑ کر بالآخر دوسرے شہر میں جا کر گھر لے لیا، ماں باپ نے بہت سمجھایا کہ بیٹا تیرے سوا ہمارا کوئی نہیں مگر بچے کے کان میں جوں تک نہ رینگی، وہ اپنے بیوی کے ساتھ دوسرے شہر میں عیش آرام کے ساتھ زندگی گزارتا رہا، بالآخر اس کو سعودی عرب میں ایک اچھی نوکری لگ گئی، اور وہاں جانے کا موقع مل گیا۔ وہاں جانے کے بعد پیسے کی آمدنی زیادہ ہوگئی اس لئے بیوی کو ایک شاندار مکان بنا کر دے دیا، سارا خرچہ بیوی کیلئے بھیجتا، اپنے ماں باپ سے اس نے کوئی رابطہ نہ رکھا، بیوی کہتی تھی کہ اگر اس سے رابطہ کروگے تو میں تم سے رشتہ توڑ لوں گی۔ محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے یہ کرتوت کر لیا کہ اپنے ماں باپ کو اس نے نظر انداز کر دیا، کئی سال گزر گئے ایک مرتبہ یہ طواف کر رہا تھا، اس کے ساتھ ایک بزرگ بھی طواف کر رہے تھے، طواف کے بعد وہ اس بزرگ کے پاس آیا، اور کہنے لگا: میں جب سے آیا ہوں بارہ سال میں میں نے بارہ حج کئے، سینکڑوں عمرے کئے، مگر میرے دل پر کوئی تالا لگا ہوا ہے، میرے دل پر ظلمت ہے، نہ عبادت کو جی چاہتا ہے، اور نہ کسی نیک کام کرنے کو، معلوم نہیں ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ اس بزرگ نے پوچھا

کہ تم نے کسی کا دل تو نہیں دکھایا؟ کسی کو دکھ تو نہیں دیا؟ تب اسکو ماں باپ کی فورا یاد آگئی، اور کہنے لگا ہاں! میں بوڑھے ماں باپ کو چھوڑ کر یہاں آیا اور سمجھا کہ میرے حج اور عمروں سے میرا سارا گناہ دھل جائیگا۔ انہوں نے کہا کہ مزید حج کرنے کی ضرورت نہیں، جاوٗ اور اپنے ماں باپ سے پہلے معافی مانگو۔ چنانچہ جلدی میں ٹکٹ بنوا کر یہ اپنے ملک واپس آیا، اور سب سے پہلے اپنے ماں باپ کے گاوٗں میں گیا، بارہ سال گزر چکے تھے، کچھ پتہ نہیں تھا کہ اسکے ماں باپ کے ساتھ کیا گزری، جاتے ہوئے، بستی کے کنارے پر ایک آدمی ملا، اس نے ڈرتے ڈرتے اپنے ماں باپ کے بارے میں پوچھا، اس نے اس لڑکے کو نہ پہچانا کہ یہ اسی کا بیٹا ہے، اور اس سے یہ بتانا شروع کیا کہ اسکا تو ایک جوان بیٹا تھا جوان کو چھوڑ کر بیوی کے لئے چلا گیا، وہ میاں بیوی بوڑھے تھے بہت تنگی کی زندگی انہوں نے گزاری، بالآخر ایک وقت آیا کہ خاوند بھی فوت ہو گیا اب ماں اکیلے رہ گئی، وہ بیچاری گھر میں اکیلی، پڑوسیوں نے کبھی ترس کھایا تو ایک روٹی بھیج دی، اور کبھی نہ بھیجی تو وہ بیچاری ماں اللہ کا شکریہ ادا کرلی، پھر اس عورت کو فالج مار دیا، اب سنا ہے کہ چند دنوں سے اسکی آنکھوں کی بینائی بھی چلی گئی ہے، بوڑھاپے کی وجہ سے نابینا ہو گئی ہے، فالج زدہ، لیکن پتہ نہیں کوئی بات ہے کہ اکثر دعائیں مانگتی رہتی ہے، اور کسی کو یاد کرتی رہتی ہے، یہ اپنے گھر میں گیا، دروازہ کھول کر دیکھا ماں بستر پر لیٹی ہوئی تھی، بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی، یہ سوچ رہا تھا کہ میں نے ماں کو اتنا ستایا، یہ مجھے کہے گی، دفع ہو جاوٗ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کر سکتی، لیکن جب اس کے پاؤں کی آہٹ سنی تو پوچھنے لگی کون ہے؟ میں آپ کا بیٹا ہوں۔ ماں کی آنکھوں سے آنسوں آگئے، بیٹے تو نے بہت انتظار کروایا، میں اس گھر میں اکیلی مصیبتوں کی ماری لیٹی ہوں۔ تمہارے باپ بھی چھوڑ کر دنیا سے چلے گئے، اور دل کی آخری تمنا تھی کہ تم آجاتے۔ میں تمہاری شکل نہیں دیکھ سکتی تمہاری آواز تو سن سکتی ہوں بیٹا، تمہارا چہرہ کہاں ہے مجھے ہاتھ لگانے دو، بیٹے قریب آؤ، میرے سینے سے لگ جاؤ، یہ ہے ماں کی محبت و ممتا کہ اتنے دکھ برداشت کرنے کے باوجود بھی وہ فقط بیٹے کے گھر آجانے سے خوش ہو جاتی ہے

والدہ مرحومہ کی یاد میں

علامہ اقبال علیہ الرحمہ

ذرہ ذرہ دہر کا زندانی تقدیر ہے
پردۂ مجبوری و بے چارگی تدبیر ہے

آسماں مجبور ہے شمس و قمر مجبور ہیں
انجم سیماب پا رفتار پر مجبور ہیں

ہے شکست انجام غنچے کا سبو گلزار میں
سبزہ و گل بھی ہیں مجبور نمو گلزار میں

نغمۂ بلبل ہو یا آواز خاموش ضمیر
ہے اسی زنجیر عالمگیر میں ہر شے اسیر

آنکھ پر ہوتا ہے جب یہ سر مجبوری عیاں
خشک ہو جاتا ہے دل میں اشک کا سیل رواں

قلب انسانی میں رقص عیش و غم رہتا نہیں
نغمہ رہ جاتا ہے لطف زیر و بم رہتا نہیں

علم و حکمت رہزن سامان اشک و آہ ہے
یعنی اک الماس کا ٹکڑا دل آگاہ ہے

گرچہ میرے باغ میں شبنم کی شادابی نہیں
آنکھ میری مایہ دار اشک عنابی نہیں

جانتا ہوں آہ! میں آلام انسانی کا راز
ہے نوائے شکوہ سے خالی مری فطرت کا ساز

میرے لب پر قصۂ نیرنگی دوراں نہیں
دل مرا حیراں نہیں خندہ نہیں گریاں نہیں

پر تری تصویر قاصد گریۂ پیہم کی ہے
آہ یہ تردید میری حکمت محکم کی ہے

گریۂ سرشار سے بنیاد جاں پایندہ ہے
درد کے عرفاں سے عقل سنگدل شرمندہ ہے

موج دود آہ سے آئینہ ہے روشن مرا
گنج آب آورد سے معمور ہے دامن مرا

حیرتی ہوں میں تری تصویر کے اعجاز کا
رخ بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرواز کا

رفتہ و حاضر کو گویا پا بپا اس نے کیا
عہد طفلی سے مجھے پھر آشنا اس نے کیا

جب ترے دامن میں پلتی تھی وہ جان ناتواں
بات سے اچھی طرح محرم نہ تھی جس کی زباں

اور اب چرچے ہیں جس کی شوخیٔ گفتار کے
بے بہا موتی ہیں جس کی چشم گوہر بار کے

علم کی سنجیدہ گفتاری بڑھاپے کا شعور
دنیوی اعزاز کی شوکت جوانی کا غرور

زندگی کی اوج گاہوں سے اتر آتے ہیں ہم
صحبت مادر میں طفل سادہ رہ جاتے ہیں ہم

بے تکلف خندہ زن ہیں فکر سے آزاد ہیں
پھر اسی کھوئے ہوئے فردوس میں آباد ہیں

کس کو اب ہوگا وطن میں آہ! میرا انتظار
کون میرا خط نہ آنے سے رہے گا بے قرار

خاک مرقد پر تری لے کر یہ فریاد آؤں گا
اب دعائے نیم شب میں کس کو میں یاد آؤں گا

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر مرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہوا

دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
میں تری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی

وہ جواں قامت میں ہے جو صورت سرد بلند
تیری خدمت سے ہوا جو مجھ سے بڑھ کر بہرہ مند

کاروبار زندگانی میں وہ ہم پہلو مرا
وہ محبت میں تری تصویر وہ بازو مرا

تجھ کو مثل طفلک بے دست و پا روتا ہے وہ
صبر سے نا آشنا صبح و مسا روتا ہے وہ

تخم جس کا تو ہماری کشت جاں میں بو گئی
شرکت غم سے وہ الفت اور محکم ہو گئی

آہ یہ دنیا یہ ماتم خانۂ برنا و پیر!
آدمی ہے کس طلسم دوش و فردا میں اسیر

کتنی مشکل زندگی ہے کس قدر آساں ہے موت
گلشن ہستی میں مانند نسیم ارزاں ہے موت

زلزلے ہیں بجلیاں ہیں قحط ہیں آلام ہیں
کیسی کیسی دختران مادر ایام ہیں

کلبۂ افلاس میں دولت کے کاشانے میں موت
دشت و در میں شہر میں گلشن میں ویرانے میں موت

موت ہے ہنگامہ آرا قلزم خاموش میں
ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں

نہ مجال شکوہ ہے نہ طاقت گفتار ہے
زندگانی کیا ہے اک طوق گلو افشار ہے

قافلے میں غیر فریاد درا کچھ بھی نہیں
اک متاع دیدۂ تر کے سوا کچھ بھی نہیں

ختم ہو جائے گا لیکن امتحاں کا دور بھی
ہیں پس نہ پردۂ گردوں ابھی دور اور بھی

سینہ چاک اس گلستاں میں لالہ و گل ہیں تو کیا
نالہ و فریاد پر مجبور بلبل ہیں تو کیا

جھاڑیاں جن کے قفس میں قید ہے آہ خزاں
سبز کر دے گی انہیں باد بہار جاوداں

خفتہ خاک پے سپر میں ہے شرار اپنا تو کیا
عارضی محمل ہے یہ مشت غبار اپنا تو کیا

زندگی کی آگ کا انجام خاکستر نہیں
ٹوٹنا جس کا مقدر ہو یہ وہ گوہر نہیں

زندگی محبوب ایسی دیدۂ قدرت میں ہے
ذوق حفظ زندگی ہر چیز کی فطرت میں ہے

موت کے ہاتھوں سے مٹ سکتا اگر نقش حیات
عام یوں اس کو نہ کر دیتا نظام کائنات

ہے اگر ارزاں تو یہ سمجھو اجل کچھ بھی نہیں
جس طرح سونے سے جینے میں خلل کچھ بھی نہیں

آہ غافل موت کا راز نہاں کچھ اور ہے
نقش کی ناپائیداری سے عیاں کچھ اور ہے

جنت نظارہ ہے نقش ہوا بالائے آب
موج مضطر توڑ کر تعمیر کرتی ہے حباب

موج کے دامن میں پھر اس کو چھپا دیتی ہے یہ
کتنی بے دردی سے نقش اپنا مٹا دیتی ہے یہ

پھر نہ کر سکتی حباب اپنا اگر پیدا ہوا
توڑنے میں اس کے یوں ہوتی نہ بے پروا ہوا

اس روش کا کیا اثر ہے ہیئت تعمیر پر
یہ تو حجت ہے ہوا کی قوت تعمیر پر

فطرت ہستی شہید آرزو رہتی نہ ہو
خوب تر پیکر کی اس کو جستجو رہتی نہ ہو

آہ سیماب پریشاں انجم گردوں فروز
شوخ یہ چنگاریاں ممنون شب ہے جن کا سوز

عقل جس سے سر بہ زانو ہے وہ مدت ان کی ہے
سر گزشت نوع انساں ایک ساعت ان کی ہے

پھر یہ انساں آں سوئے افلاک ہے جس کی نظر
قدسیوں سے بھی مقاصد میں ہے جو پاکیزہ تر

جو مثال شمع روشن محفل قدرت میں ہے
آسماں اک نقطہ جس کی وسعت فطرت میں ہے

جس کی نادانی صداقت کے لیے بیتاب ہے
جس کا ناخن ساز ہستی کے لیے مضراب ہے

شعلہ یہ کم تر ہے گردوں کے شراروں سے بھی کیا
کم بہا ہے آفتاب اپنا ستاروں سے بھی کیا

تخم گل کی آنکھ زیر خاک بھی بے خواب ہے
کس قدر نشو و نما کے واسطے بیتاب ہے

زندگی کا شعلہ اس دانے میں جو مستور ہے
خود نمائی خود فزائی کے لیے مجبور ہے

سردی مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں

پھول بن کر اپنی تربت سے نکل آتا ہے یہ
موت سے گویا قبائے زندگی پاتا ہے یہ

ہے لحد اس قوت آشفتہ کی شیرازہ بند
ڈالتی ہے گردن گردوں میں جو اپنی کمند

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

خوگر پرواز کو پرواز میں ڈر کچھ نہیں
موت اس گلشن میں جز سنجیدن پر کچھ نہیں

کہتے ہیں اہل جہاں درد اجل ہے لا دوا
زخم فرقت وقت کے مرہم سے پاتا ہے شفا

دل مگر غم مرنے والوں کا جہاں آباد ہے
حلقۂ زنجیر صبح و شام سے آزاد ہے

وقت کے افسوں سے تھمتا نالۂ ماتم نہیں
وقت زخم تیغ فرقت کا کوئی مرہم نہیں

سر پہ آ جاتی ہے جب کوئی مصیبت ناگہاں
اشک پیہم دیدۂ انساں سے ہوتے ہیں رواں

ربط ہو جاتا ہے دل کو نالہ و فریاد سے
خون دل بہتا ہے آنکھوں کی سرشک آباد سے

آدمی تاب شکیبائی سے گو محروم ہے
اس کی فطرت میں یہ اک احساس نامعلوم ہے

جوہر انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں

رخت ہستی خاک غم کی شعلہ افشانی سے ہے
سرد یہ آگ اس لطیف احساس کے پانی سے ہے

آہ یہ ضبط فغاں غفلت کی خاموشی نہیں
آگہی ہے یہ دلاسائی فراموشی نہیں

پردۂ مشرق سے جس دم جلوہ گر ہوتی ہے صبح
داغ شب کا دامن آفاق سے دھوتی ہے صبح

لالۂ افسردہ کو آتش قبا کرتی ہے یہ
بے زباں طائر کو سرمست نوا کرتی ہے یہ

سینۂ بلبل کے زنداں سے سرود آزاد ہے
سیکڑوں نغموں سے باد صبح دم آباد ہے

خفتہ گان لالہ زار و کوہسار و رود بار
ہوتے ہیں آخر عروس زندگی سے ہمکنار

یہ اگر آئین ہستی ہے کہ ہو ہر شام صبح
مرقد انساں کی شب کا کیوں نہ ہو انجام صبح

دام سیمین تخیل ہے مرا آفاق گیر
کر لیا ہے جس سے تیری یاد کو میں نے اسیر

یاد سے تیری دل درد آشنا معمور ہے
جیسے کعبے میں دعاؤں سے فضا معمور ہے

وہ فرائض کا تسلسل نام ہے جس کا حیات
جلوہ گاہیں اس کی ہیں لاکھوں جہان بے ثبات

مختلف ہر منزل ہستی کو رسم و راہ ہے
آخرت بھی زندگی کی ایک جولاں گاہ ہے

ہے وہاں بے حاصلی کشت اجل کے واسطے
سازگار آب و ہوا تخم عمل کے واسطے

نور فطرت ظلمت پیکر کا زندانی نہیں
تنگ ایسا حلقۂ افکار انسانی نہیں

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اے پیاری ماں!

محمد اسامہ سرسری

جَزَاکِ اللہُ خَیْرًا

"والدہ ، اُم ، امی ، مادر ، ماں" ترے ہی نام ہیں
تجھ پہ سب قربان ، روح و جاں ترے ہی نام ہیں

نو مہینے تک اٹھا کر مجھ کو تو چلتی رہی
میری ننھی جان تیرے پیٹ میں پلتی رہی

تو ہی سب کچھ ہے مری جاں کے لیے اے پیاری ماں!
جانِ جاں، جانِ جہاں ،جانِ جہانانِ جہاں

دل میں ہے تیری محبت کا سمندر موج زن
میری جاں ، میرا جگر ، میری تمنا ، میرا تن

ہو فدا تجھ پر ، تری قربانیوں پر میری جاں
میری ننھی جاں پہ تو نے دیں کئی قربانیاں

خادموں سے بڑھ کے تو رکھتی رہی میرا خیال
آگے پیچھے گھومتی کہتے ہوئے "اے میرے لال"!

رونا آتا ، جب کوئی بھی شے نہ بھاتی تھی مجھے
کام سارے چھوڑ کر تو چپ کراتی تھی مجھے

تیرا دامن میرا بستر ، تیری گودی میرا گھر
تو تھی میرا کل جہاں اور میں تری جانِ جگر

مجھ کو جب سردی لگی تو ہی بنی میرا لحاف
میرے ننھے کپڑے کرتی تھی لگن سے پاک صاف

دیکھ کر ناپاک مجھ کو تو دُھلاتی تھی مجھے
جاگ کر خود لوریاں دے کر سلاتی تھی مجھے

میں نے لذت پیار کی پائی ہے تیرے دودھ میں
چاشنی اخلاص کی چھائی ہے تیرے دودھ میں

میری ''اُوں آں'' سنتے ہی بے چین ہوجاتی تھی تو
میرا رونا دیکھ کر یک دم ہی روجاتی تھی تو

تھی تری گودی ہی میری سب سے پہلی درس گہ
''اللہ اللہ'' ، ''امی امی'' میں نے سیکھا جس جگہ

کچھ نہ آتا تھا ، فقط آتا تھا اک رونا مجھے
بیٹھنا مجھ کو سکھایا ، پھر کھڑا ہونا مجھے

پھر سہارا دے کے تو مجھ کو چلانے لگ گئی
اے مری امی! تو میری تربیت میں تھک گئی

چلتے چلتے لڑکھڑاہٹ آگئی مجھ میں کبھی
تو لپک کر ہاتھ پھیلائے مِری جانب بڑھی

میری سیدھی سادی باتوں پر بھی ہنس جاتی تھی تو
میرے شور و غل کو سن کر بھی خوشی پاتی تھی تو

تیرے سر میں درد ہوتا یا تجھے ہوتا بخار
میری خاموشی تجھے کردیتی پھر بھی بے قرار

آہ! وہ تیرا سویرے ہی سویرے جاگنا
میرا سوتے رہنا ، تیرا منہ اندھیرے جاگنا

وہ محبت سے ترا مجھ کو کرانا ناشتہ
وہ لگاوٹ سے بتانا مجھ کو میرا راستہ

شام دروازے پہ تکتے رہنا میرا راستہ
کچھ نہ ہوجائے کہیں مجھ کو خدا نا خواستہ

آہ!! اے امی مری! اے میری جانِ دلربا!
گلشنِ طفلی تو بن کر پھری بادِ صبا

میں نے جو خواہش بھی کی تو نے وہ پوری کرہی دی
کوئی مجبوری ہو ، ورنہ تو نے فوری کرہی دی

زندگی کی راہ میں یہ ننھی جاں چلتی رہی
تیری ممتا کے شجر کے سائے میں پلتی رہی

آندھی ہو ، طوفان ہو ، کوئی مصیبت آئی ہو
کونسی ہے وہ جگہ جو تجھ سے بہتر پائی ہو

کیسے بھولوں آج تیرے دل کے سب گوشوں کو میں
تیری ان نازک ، مگر مضبوط آغوشوں کو میں

وقت نے پھر بدلی کروٹ ، دورِ ثانی آگیا
مجھ میں طاقت آگئی ، تجھ پر بڑھاپا چھاگیا

پہلے تیری گود تھی ، اب میرے بازو آگئے
نیکیوں کا بدلہ دینے کے ترازو آگئے

یاد مجھ کو آگئی پھر اک حدیثِ پاک بھی
ماں کے قدموں کے تلے جنت ہے'' تو پاک بھی

حج کرایا ماں کو کندھے پر بٹھا کر ایک نے
ماں کے احسانوں کا بدلہ دینا چاہا نیک نے

اپنا قصہ حضرتِ ابنِ عمر سے جب کہا
سن کے بولے ''ایک بھی شب کا نہ یہ بدلہ ہوا''

کیوں حلیمہ کا ادب کرتے رہے تھے مصطفیٰ
سہ گنہ حق تیرا والد سے زیادہ رکھ دیا

اے دل و جاں سے بھی بڑھ کر میری پیاری پیاری ماں !
ہے دعا تیرے لیے قرآں میں ''رَبِّ ارْحَمْهُمَا''

''اُعْبُدُوا اللہ''حکم ہے واضح ہمیں قرآن کا
اور حکمِ رب ہے پھر ماں باپ کے احسان کا

میری خاطر تو نے کیا کیا سہہ لیا اے میری ماں !
حمل، وضع حمل، ارضاعِ لبن، تہذیبِ جاں

رات دن میرے لیے رب سے دعا کرتی رہی
ہر گھڑی میری محبت ہی کا دم بھرتی رہی

میری بیماری میں تیری نیند اڑجاتی تھی کیوں؟
''ہائے'' میری سن کے چلتے چلتے مڑجاتی تھی کیوں؟

صبح منزل بتا پڑھ پڑھ کے دم کرتی تھی کیوں؟
رات دن مجھ پر بتا اتنے کرم کرتی تھی کیوں؟

مجھ کو آنے میں اگر تاخیر ہوجاتی کبھی
بدحواسی وہ تری ہے یاد مجھ کو آج بھی

مجھ کو کھانا دے کے اپنے کام کرسکتی تھی تو
پاس میرے بیٹھ کر یک ٹک مجھے تکتی تھی تو

کون سا جذبہ ہے تجھ میں، کیسا آخر جوش ہے؟
دیکھ کر تیرا جنوں عقلِ جہاں مدہوش ہے

کوئی قربت بھی غَرَض سے اس جگہ خالی نہیں
ایک تیری ہی ہے الفت جو غرَض والی نہیں

گرمیوں میں فجر کا تو من کو بھاتا روپ ہے
سردیوں میں ظہر کی تو تن کو بھاتی دھوپ ہے

دل کی ہلچل تیری گویا عصر اور مغرب کا بین
ہے تری خاموشی میں رازِ سکوتِ مغربین

کام میرے کرنا تیرا سب سے پہلا کام ہے
مان لیتی ہے ، جبھی تو ''ماں'' ہی تیرا نام ہے

میرے یہ الفاظ تیرے سامنے سب تنگ ہیں
تیری عظمت کو بتانے کے لیے بے ڈھنگ ہیں

تیری الفت ، تیری عظمت جانتا ہے بس خدا
میں تو اتنا جانتا ہوں ، میرا سب تجھ پر فدا

مجھ سے تیرے حق میں کوئی سی بھی گستاخی ہوئی
کوئی چھوٹی سی بھی غلطی ، کوئی کوتاہی ہوئی

آہ! بس اپنا سمجھ کر مجھ کو کردے تو معاف
اپنا رِستا خوں سمجھ کر کردے بس آنچل سے صاف

جس قدر رب نے رکھی ہیں تجھ میں میری الفتیں
تیری خدمت میں رکھیں میرے لیے ہیں برکتیں

حق بھی تیرا میرے ذمے اس قدر رکھا بڑا
حق ہو تیرا ہر ادا ، یہ امتحاں ہے اک کڑا

اے خدا! مجھ کو تو اپنے فضل سے توفیق دے
حق جو مجھ پر ماں کا ہے، اس کی دلی تصدیق دے

ماں کے قدموں کو بنادے بس تو میری سرزمیں
زندگی گزرے یہیں ، پھر روح بھی نکلے یہیں

ہر گھڑی ماں ہی کی خدمت اب رہے پیشِ نظر
ماں کے قدموں ہی میں اب مولیٰ! رہوں میں عمر بھر

دل کی گہرائی سے کرتا ہے اسآمہ یہ دعا
ماں کی خدمت کی خدا توفیق کردے بس عطا

موت کی آغوش میں جب تھک کے سو جاتی ہے ماں

محمد رضا سرسوی

موت کی آغوش میں جب تھک کے سو جاتی ہے ماں
تب کہیں جا کر رضا تھوڑا سکون پاتی ہے ماں

فکر میں بچوں کی کچھ اس طرح گُھل جاتی ہے ماں
نوجواں ہوتے ہوئے بوڑھی نظر آتی ہے ماں

روح کے رشتوں کی یہ گہرائیاں تو دیکھیے
چوٹ لگتی ہے ہمارے اور چلاتی ہے ماں

ہڈیوں کا رس پلا کر اپنے دل کے چین کو
کتنی ہی راتوں میں خالی پیٹ سو جاتی ہے ماں

بھوکا سونے ہی نہیں دیتی یتیموں کو کبھی
جانے کس کس سے کہاں سے مانگ کر لاتی ہے ماں

جانے کتنی برف سی راتوں میں ایسا بھی ہوا
بچہ تو چھاتی پہ ہے گیلے میں سو جاتی ہے ماں

جب کھلونے کو مچلتا ہے کوئی غربت کا پھول
آنسوں کے ساز پر بچے کو بہلاتی ہے ماں

ماردیتی ہے طمانچہ گر کبھی جذبات میں
چومتی ہے لب کبھی رخسار سہلاتی ہے ماں

فکر کے شمشان میں آخر چتاؤں کی طرح
جیسے سوکھی لکڑیاں ، اس طرح جل جاتی ہے ماں

اپنے آنچل سے گلابی آنسوں کو پونچھ کر
دیر تک غربت پہ اپنی اشک برساتی ہے ماں

سامنے بچوں کے خوش رہتی ہے ہر ایک حال میں
رات کیوں چھپ چھپ کے لیکن اشک برساتی ہے ماں

کب ضرورت ہو میری بچے کو ، اتنا سوچ کر
جاگتی رہتی ہیں آنکھیں اور سو جاتی ہے ماں

مانگتی ہی کچھ نہیں اپنے لیے اللہ سے
اپنے بچوں کے لیے دامن کو پھیلاتی ہے ماں

دے کے اک بیمار بچے کو دعائیں اور دوا
پینتی پے رکھ کے سر قدموں پے سو جاتی ہے ماں

گر جوان بیٹی ہو گھر میں کوئی رشتہ نا ہو
اک نئے احساس کی سولی پے چڑھ جاتی ہے ماں

ہر عبادت ہر محبت میں نہیں ہے اک غرض
بے غرض بے لوث ہر خدمات کو کر جاتی ہے ماں

زندگی بھر چنتی ہے خار ، راہ ذیست سے
جاتے جاتے نعمت فردوس دے جاتی ہے ماں

بازوں میں کھینچ کے آجائے گی جیسے کائنات
ایسے بچے کے لیے بانہوں کو پھیلاتی ہے ماں

زندگانی کے سفر میں گردشوں کی دھوپ میں
جب کوئی سایہ نہیں ملتا تو یاد آتی ہے ماں

پیار کہتے ہے کسے اور مامتا کیا چیز ہے
کوئی ان بچو سے پوچھے جن کی مر جاتی ہے ماں

صفحہ ہستی پے لکھتی ہے اصول زندگی
اس لیے اک مکتب اسلام کہلاتی ہے ماں

اس نے دنیا کو دیے معصوم رہبر اس لیے
عظمتوں میں ثانی قرآن کہلاتی ہے ماں

گھر سے جب پردیس جاتا ہے کوئی نور نظر
ہاتھ میں قرآن لے کر در پے آجاتی ہے ماں

دے کے بچے کو ضمانت میں اللہ پاک کی
پیچھے پیچھے سر جھکائے در تک جاتی ہے ماں

کانپتی آواز سے کہتی ہے بیٹا الوداع
سامنے جب تک رہے ہاتھوں کو لہراتی ہے ماں

جب پریشانی میں گھر جاتے ہیں ہم پردیس میں
آنسوں کو پونچھنے خوابوں میں آجاتی ہے ماں

دیر ہو جاتی ہے گھر آنے میں اکثر جب ہمیں
ریت پر مچھلی ہو جیسے ایسے گھبراتی ہے ماں

مرتے دم بچہ نا آ پائے اگر پردیس سے
اپنی دونوں پتلیاں چوکھٹ پر رکھ جاتی ہے ماں

جاتے جاتے پھر گلے بچے سے ملنے کے لئے
توڑ کر بند کفن باہوں کو پھیلاتی ہے ماں

گمرہی کی گرد جم جائے نہ میرے چاند پر
بارش ایمان میں یوں ہرروز نہلاتی ہے ماں

اپنے پہلو میں لٹاکر روز طوطے کی طرح
ایک بارہ پانچ چودہ ہم کو رٹواتی ہے ماں

عمر بھر غافل نہ ہونا ماتم شبیر سے
رات دن اپنے عمل سے ہم کو سمجھاتی ہے ماں

دوڑ کر بچے لپٹ جاتے ہیں اس رومال سے
لےکے مجلس سے تبرک گھر میں جب آتی ہے ماں

یاد آتا ہے شب عاشور کا کڑیل جواں
جب کبھی الجھی ہوئی زلفوں کو سلجھاتی ہے ماں

اللہ اللہ اتحاد صبر لیلا اور حسین
باپ نے کھینچی سناں سینے کو سہلاتی ہے ماں

سامنے آنکھوں کے نکلے گر جواں بیٹے کا دم
زندگی بھر سر کو دیواروں سے ٹکراتی ہے ماں

سب سے پہلے جان دینا فاطمہ کے لال پر
رات بھر عون ومحمد سے یہ فرماتی ہے ماں

یہ بتا سکتی ہے بس ہم کو رباب خستہ تن
کس طرح بن دودھ کے بچے کو بہلاتی ہے ماں

شمر کے خنجر سے یا سوکھے گلے سے پوچھئے
ماں ادھر منھ سے نکلتا ہے ادھر آتی ہے ماں

اپنے غم کو بھول کر روتے ہیں جو شبیر کو
ان کے اشکوں کے لئے جنت سے آجاتی ہے ماں

باپ سے بچے بچھڑ جائیں اگر پردیس میں
کربلا سے ڈھونڈنے کوفے میں خود آتی ہے ماں

جب تلک یہ ہاتھ ہیں ہمشیر بے پردہ نہ ہو
ایک بہادر باوفا بیٹے سے فرماتی ہے ماں

جب رسن بستہ گزرتی ہے کسی بازار سے
ایک آوارہ وطن بیٹی کو یاد آتی ہے ماں

باب مر جانے پہ پھر بیٹے کی خدمت کے لیے
بھیس بیٹی کا بدل کر گھر میں آجاتی ہے ماں

ہم بلاؤں میں کہیں گھرتے ہیں تو بے اختیار
خیر ہو بچے کی ، کہہ کر در پہ آجاتی ہے ماں

چاہے ہم خوشیوں میں ماں کو بھول جائیں دوستو
جب مصیبت سر پہ آتی ہے تو یاد آتی ہے ماں

دور ہو جاتی ہے ساری عمر کی اس دم تھکن
بیاہ کر بیٹے کو جب گھر میں بہو لاتی ہے ماں

چھین لیتی ہے وہی اکثر سکون زندگی
پیار سے دلہن بناکر جس کو گھر لاتی ہے ماں

پھر لیتے ہیں ناز جس وقت بیٹے اور بہو
اجنبی اپنے ہی گھر میں ہے بن جاتی ہے ماں

ہم نے یہ بھی تو نہیں سوچا الگ ہونے کے بعد
جب دیا ہی کچھ نہیں ہم نے تو کیا کھاتی ہے ماں

ضبط تو دیکھوں کہ اتنی بے رخی کے باوجود
بد دعا دیتی ہے ہرگز اور نا پچھتاتی ہے ماں

شکریہ ہو ہی نہیں سکتا کبھی اس کا ادا
مرتے مرتے بھی دعا جینے کی دے جاتی ہے ماں

سال بھر میں یا کبھی ہفتے میں جمعرات کو
عمر بھر خدمت کا صلہ ایک فاتحہ پاتی ہے ماں

ماں

مسعود احمد اکاڑوی

دودھ اور شہد میں گوندھا پہلے
عرشِ بریں کی مٹی کو
ممتا کا پیکر پہنایا
نور کی بارش میں نہلایا
اس میں اپنا عکس ملایا
پھر ایسا شاہکار بنایا
جو دھرتی پہ ماں کہلایا
قدرت کی فنکاری ماں ہے
پھولوں کی پھلواری ماں ہے
اس سا کوئی اور کہاں ہے؟
ماں کا رشتہ سب سے افضل
خالق نے تخلیق کیا ہے
پیار محبت مہر وفا اخلاص سے مالا مال کیا ہے
اپنے بعد خدا نے اونچا ممتا کا اقبال کیا ہے
چار کتابوں سے بھی پہلے
جیسے جسم میں جاں اتری ہے
اس دھرتی پے ماں اتری ہے

جس کی کوکھ سے جنم لیا ہے
ہر ایک پیر پیمبر نے
سادھو سنت فقیر اور جوگی
بے راگی بنجارے روگی
صوفی قطب ابدال ولی سب
ممتا کے مرحونِ منت
ماں جس کے قدموں میں جنت
ماں جس کی انکھوں میں ٹھنڈک
سر تا پیر محبت ہے یہ
شفقت ہے یہ چاہت ہے یہ
رحمت برکت راحت ہے یہ
عزت ہے یہ حرمت ہے یہ
عجز نیاز کی صورت ہے یہ
قدرت کا بہروپ ہے ممتا
رب کا دوسرا روپ ہے ممتا
دھوپ کڑی میں چھاؤں جیسی
وسعت میں دریاؤں جیسی
کون سی ہستی ماؤں جیسی؟
جسم سے جیسے جاں کا رشتہ
آیت سے قراں کا رشتہ
وہ بچے سے ماں کا رشتہ

ماں چاہے انسانوں کی ہو

جنگل کے حیوانوں کی ہو

چاہے کسی پرندے کی ہو

یہ پھر کسی درندے کی ہو

ماں تو ماں ہے

ممتا میں اتنی طاقت ہے

وہ ننھی سی چڑیا کو بھی

پل میں باز بنا سکتی ہے

وہ اپنے بچوں کی خاطر

موت سے جان لڑا سکتی ہے

کوؤں کی یلغار کے آگے

سینہ تان کے آسکتی ہے

ہر مشکل میں فاختہ اپنے بچوں کے آگے ہوتی ہے

ماں وہ ہستی

جس کی گود ہے اطلس اور کم خواب سے بڑھ کر

انجم اور ماہتاب سے بڑھ کر

پیار کا موجیں مارتا دریا

ہر اک ماں کا سینہ ہے یہ

ممتا کا دل کھول کے دیکھوں

جیسے شہر مدینہ ہے یہ

اس دھرتی کا کونہ کونہ

اس مٹی کا ذرہ ذرہ

ممتا کے اوصاف کا شاہد

ماں چاہے مشرق کی ماں ہو

ماں چاہے مغرب کی ماں ہو

قربانی ایثار کی مورت

شفقت کی احساس کی صورت

چھاتی سے لپٹا کر بچے

خود گیلے پر سونے والی

صورت اور کردار کی دیوی

ممتا عین فرشتوں جیسی

کب ہے دوسرے رشتوں جیسی

دنیا میں اکلوتی نعمت

صرف اور صرف بہشتوں جیسی

ماں کی گود میں سر رکھتے ہی

کیسے ہمیں اماں ملتی ہے

ایسے کوئی کب ملتا ہے؟

جیسے اپنی ماں ملتی ہے

بچوں کے چہرے پڑھتی ہے

ان کے ہر اک دکھ اور سکھ کا

سو فیصد اندازہ ماں ہے

دور شفق کے چہرے پر وہ

صبحِ نو کا غازہ ماں ہے

جنت کا دروازہ ماں ہے

چہرے کی تقدیس کو دیکھوں

پھولوں سے بھی تازہ ماں ہے

ممتا کے قدموں سے اونچا

کوئی اور مقام نہیں ہے

ماں سے بڑھ کر اس دنیا میں

کوئی دوسرا نام نہیں ہے

ممتا کو تخلیق کیا

قدرت نے اپنے ہاتھوں سے

اس میں اپنا عکس ملائیا

نور کی بارش میں نہلائیا

چار کتابوں سے بھی پہلے

جیسے جسم میں جاں اتری ہے

اس دھرتی پر ماں اتری ہے

ماں

جاوید اشرف

ماں کی محبتوں کا قائل سدا زمانا
ماں ایک عظیم نعمت، کھو کر یہ ہم نے جانا

اس دور کا تھا ہر اک موسم بڑا سہانا
آتا ہے یاد مجھ کو بچپن کا وہ زمانا

وہ تیرا پیار کرنا تیرا دلار کرنا
میرے لئے وہ تیرا سکھ چین سب گنوانا

دھیمے سروں میں تیرا وہ لوریاں سنانا
سر تھپتھپا کے میرا ہر شب مجھے سلانا

میری ہر ایک ضد پر وہ تیرا مان جانا
میری شرارتوں پر وہ تیرا مسکرانا

ٹوٹا کوئی کھلونا تو دوسرا منگانا
میری خوشی پہ اپنی دولت سدا لٹانا

روٹھا اگر کبھی تو پہروں ترا منانا
وہ تیرا گدگدانا اور میرا کھلکھلانا

تیرے وجود سے تھا اے ماں وہ گھر منور
تیرے ہی دم سے قائم تھا گھر کا تانا بانا

بکھرا ہو تھا گھر میں تیرا ہی رنگ و خوشبو
تیرے وجودہی سے لگتا تھا گھر سہانا

تیری ہی باتیں سب کے کانوں میں گونجتی تھیں
تیری محبتوں کا ہونٹوں پہ تھا ترانا

رحمت خدا کی گھر میں تیرے وجود سے تھی
تجھ سے ہی برکتوں کا تھا گھرمیں آنا جانا

ہم سارے بھائی بہنوں کی جاں تھی تو جہاں تھی
تیرا ہی پیار سب کی خوشیوں کا تھا خزانہ

تیرے ہی سائے میں ہم پھولے بھی پھلے بھی
کلیوں کی طرح تجھ سے سیکھا ہے مسکرانا

کاندھے پہ جب اٹھایا میں نے ترا جنازہ
دل میں صدا یہ آئی ، ماں کو نہ بھول جانا

میں تجھ کو بھول جاؤں ہرگز نہیں یہ ممکن
چلتا رہے گا جب تک دل کا یہ کارخانہ

سب کچھ ہے یاد مجھ کو اور یاد سب رہے گا
لکھوں گا خونِ دل سے دلکش ترا فسانا

مادر مرحومہ کی یاد میں

جاوید اشرف

کل رات میری ماں سے ملاقات ہوگئی
میں کیا بتاؤں کیسی کرامات ہو گئی

خوشبو کی طرح ماں مری مجھ میں سما گئی
میرے وجود پر وہ گھٹا بن کے چھا گئی

رو رو کے میں سناتا رہا اپنا حال زار
لخت جگر نہ رو یہ کہا ماں نے بار بار

رو رو کے اپنے آپ کو ایسا نہ کر نڈھال
رونا کبھی کمال نہیں، ضبط ہے کمال

میں ماں ہوں میرے دل میں تیری محبت بسی ہوئی
قدموں میں میرے ہے تری جنت سجی ہوئی

مرقد میں میری روح کو تڑپا نہ اے پسر
رو رو کے اپنے آپ کو بیمار تو نہ کر

روتا ہوں میں کہ میں تو رہا تو نہیں رہی
اس زندگی میں اب کوئی خوشبو نہیں رہی

اب تجھ سا کوئی چاہنے والا نہیں رہا
میرے غموں کو باٹنے والا نہیں رہا

تو مرکے مجھ کو بے سرو سامان کر گئی
بے روح کر گئی مجھے بے جان کر گئی

چھوٹی نماز تیری نہ روزے قضاہوئے
اس حال میں بھی سارے فریضے ادا ہوئے

افسوس ہے کہ خود کو فدا کر نہیں سکا
مجھ پر جو تیرا حق تھا ادا کر نہیں سکا

کھو کر تجھے یہ جانا کہ تیرا ہے کیا مقام
دل ڈھونڈھتا ہے تجھ کو شب و روز صبح و شام

اب تیری مجھ کو دن کے اجالوں میں ہے تلاش
راتوں کو چاند تاروں کے پیالوں میں ہے تلاش

خوابوں میں ہے تلاش خیالوں میں ہے تلاش
ٹوٹے ہوئے دلوں کے شوالوں میں ہے تلاش

شہروں میں بھی تلاش ہے گاؤں میں ہے تلاش
پیڑوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی سی چھاؤں میں ہے تلاش

پچھلے پہر نواؤں میں اشکوں میں ہے تلاش
وقت سحر پرندوں کے نغموں میں ہے تلاش

ساون میں جگنوؤں کے شراروں میں ہے تلاش
بارش کی تیز و تند پھواروں میں ہے تلاش

محروم صبر دل کی صداؤں میں ہے تلاش
اللہ کے حضور دعاؤں میں ہے تلاش

ہے میرا کام تیرے مصلے کو چومنا
دو زانو بیٹھنا ترے روضے کو چومنا

تیرے پھٹے پرانے لباسوں کو چومنا
تیرے لکھے خطوں کو ، لفافوں کو چومنا

جس کو تو پڑھتی تھی اسی قرآں کو چومنا
سینے سے رحل ساٹنا، جزوداں کو چومنا

بستر کو، چارپائی کو، تکیوں کو چومنا
چادر کو بوسہ لینا ، رومالوں کو چومنا

ماں نے تسلی دی مجھے اور چوم کر کہا
دنیا سرائے فانی ہے ، ہر شئے کو ہے فنا

عقبیٰ کی فکر کر کہ یہ توشہ حیات
محشر میں کام آئے گا ، دے گا تجھے نجات

مجھ کو دعائیں دے کے وہ روپوش ہوگئی
اور مجھ کو ساری دنیا فراموش ہوگئی

یہ خواب بن گیا مرا آرام زندگی
میرے لئے تھا اک نیا پیغام زندگی

اک نور میری جاں میں خراماں سا ہو گیا
میرے اندھیرے دل میں چراغاں سا ہو گیا

میں چھپا دیا ہے انہیں خاک وخشت میں
اللہ دیں گے درجہ اعلیٰ بہشت میں

ماں

(ندا فاضلی)

بیسن کی سوندھی روٹی پر کھٹی چٹنی جیسی ماں
یاد آتی ہے! چوکا باسن چمٹا پھکنی جیسی ماں

بانس کی کھری کھاٹ کے اوپر ہر آہٹ پر کان دھرے
آدھی سوئی آدھی جاگی تھکی دوپہری جیسی ماں

چڑیوں کی چہکار میں گونجے رادھا موہن علی علی
مرغے کی آواز سے بجتی گھر کی کنڈی جیسی ماں

بیوی بیٹی بہن پڑوسن تھوڑی تھوڑی سی سب میں
دن بھر اک رسی کے اوپر چلتی نٹنی جیسی ماں

بانٹ کے اپنا چہرہ ماتھا آنکھیں جانے کہاں گئی
پھٹے پرانے اک البم میں چنچل لڑکی جیسی ماں

ایک سچی ماں کی کہانی

زہرا نگاہ

مرے بچے یہ کہتے ہیں
"تم آتی ہو تو گھر میں رونقیں خوشبوئیں آتی ہیں

یہ جنت جو ملی ہے سب انہیں قدموں کی برکت ہے
ہمارے واسطے رکھنا تمہارا اک سعادت ہے"

بڑی مشکل سے میں دامن چھڑا کر لوٹ آئی ہوں
وہ آنسو اور وہ غمگیں چہرے یاد آتے ہیں

ابھی مت جاؤ رک جاؤ یہ جملے ستاتے ہیں
میں یہ ساری کہانی آنے والوں کو سناتی ہوں

مرے لہجے سے لپٹا جھوٹ سب پہچان جاتے ہیں
بہت تہذیب والے لوگ ہیں سب مان جاتے ہیں

بچوں پہ چلی گولی

(حبیب جالب)

بچوں پہ چلی گولی
ماں دیکھ کے یہ بولی
یہ دل کے مرے ٹکڑے
یوں روئے مرے ہوتے
میں دور کھڑی دیکھوں
یہ مجھ سے نہیں ہوگا
میں دور کھڑی دیکھوں
اور اہل ستم کھیلیں
خوں سے مرے بچوں کے
دن رات یہاں ہولی
بچوں پہ چلی گولی
ماں دیکھ کے یہ بولی
یہ دل کے مرے ٹکڑے
یوں روئیں مرے ہوتے
میں دور کھڑی دیکھوں
یہ مجھ سے نہیں ہوگا
میداں میں نکل آئی

اک برق سی لہرائی
ہر دست ستم کانپا
بندوق بھی تھرائی
ہر سمت صدا گونجی
میں آتی ہوں میں آئی
میں آتی ہوں میں آئی
ہر ظلم ہوا باطل
اور سہم گئے قاتل
جب اس نے زباں کھولی
بچوں پہ چلی گولی
اس نے کہا خوں خوارو!
دولت کے پرستارو
دھرتی ہے یہ ہم سب کی
اس دھرتی کو نا دانو!
انگریز کے دربانو
صاحب کی عطا کردہ
جاگیر نہ تم جانو
اس ظلم سے باز آؤ
بیرک میں چلے جاؤ
کیوں چند لٹیروں کی
پھرتے ہو لیے ٹولی

ماں کے انتقال پر

شکیل اعظمی

اللہ جی
ہم سو نہیں پاتے
امی کو کب بھیجو گے
نانی کہتی ہیں
تم ہم سے روٹھے ہو
لیکن اب ہم
روزانہ مکتب جائیں گے
تم کو تختی پر لکھیں گے
اسلم مسٹر گندے ہیں
ان کے ساتھ نہیں کھلیں گے

اللہ جی
اب مان بھی جاؤ
چاہو تو
امی کے بدلے
ہم سے ساری چیزیں لے لو

گیند بھی لے لو
اور گولی بھی لے لو
لٹو اور غلیل بھی لے لو
لیکن ہم کو امی دے دو
ہم کو ہماری امی دے دو

ماں

امن ایمان

ماں کتنی ٹھنڈک ہے تیرے نام کے ان حرفوں میں
لب پہ آتے ہی تپتی دھوپ بھی گھنی چھاؤں لگنے لگتی ہے

تیرا سایہ رہے مجھ پر میری زندگی کی آخری حد تک
ماں تجھے اک دن نہ دیکھوں تو زندگی بُری لگنے لگتی ہے

اے میری پیاری ماں تُو کیا جانے تیری دعا میں کیا اثر ہے
اِدھر تو ہاتھ اٹھائے، اُدھر ہر مشکل مجھےآساں لگنے لگتی ہے

ایک تجھے راضی رکھنے سے میرا دامن بھرگیا خوشیوں سے
تیری محبت کے سامنے دنیا کی ہرمحبت جھوٹی لگنے لگتی ہے

جوہومیرے بس میں نثار کردوں میں جہاں بھر کی نعمتیں
دنیا کی ہر نعمت تیرے رتجگوں سامنے ہیچ لگنے لگتی ہے

ماں تُو کہتی ہے میں تیری ہستی کا مان ہوں،غرورہوں
یہ سوچ کے مجھے یہ زندگی کچھ اور بھی اچھی لگنے لگتی ہے

میں وہ لفظ کہاں سے ڈھونڈ کرلاؤں،جو تیری شان میں ہوں ادا
ماںمیری محبت،تیری محبت کے سامنے شرمندہ سی لگنے لگتی ہے

ماں

زوبیؔ

ماں زندگی ہے مرکز صبر و قرار ہے
ماں ایک چمن ہے جس میں مسلسل بہار ہے

ماں لطف ہے سکون ہے شفقت ہے پیار ہے
ماں ایک عظیم نعمتِ پروردگار ہے

ماں پہلی درسگاہ ہے عقل و شعور کی
ماں شمع فروزاں ہے محبت کے نور کی

ماں نظارہ ہے قدرتِ رب جلیل کا
ماں چشمہ خلوص ہے الفت کی جھیل کا

ماں کو کوئی کرے گا فراموش کس طرح
ماں سے رہے جدا تو ہوش کس طرح

بچہ ہو بوڑھا ہو عورت ہو یا کہ مرد
آتی ہے ماں کی یاد تو ہوتا ہے دل میں درد

ماں ہوا خوشبوؤں کی،ہمدردی کا پھول ہے
ماں کے بغیر زوبی زندگی فضول ہے

پیاری ماں تیری دعا چاہیے

تیرے آنچل کی ٹھنڈی ہوا چاہئیے
پیاری ماں مجھے تیری دُعا چاہئیے

لوری سنا کر مجھ کو سُلاتی رہی
مُسکرا کے سویرے جگاتی رہی

مُجھ کو اس کے سوا اور کیا چاہئیے
ماں مُجھ کو تیری دُعا چاہئیے

تیری ممتا کے سائے کو چھوتا چلوں
تیرے دامن میں تارے پِروتا چلوں

تیری خدمت کا بس یہی صلہ چاہئیے
ماں مُجھ کو تیری دُعا چاہئیے

تیری خدمت سے ہے دُنیا میں عزت میری
تیرے قدموں کے نیچے ہے جنت میری

مُجھ کو ہر دم تیرا ہی آسرا چاہئیے
ماں مُجھ کو تیری دُعا چاہئیے

ماں

ہم جگنو تھے ہم تتلی تھے
ہم رنگ برنگ پنچھی تھے

کچھ ماہ و سال کی جنت میں
ماں ہم دونوں بھی سانجھی تھے

اِک خوابوں کا روشن بستہ
تو روز مجھے پہناتی تھی

جب ڈرتا تھا میں راتوں میں
تو اپنے ساتھ سلاتی تھی

میں تیرے ہاتھ کے تکیے پر
اب بھی رات کو سوتا ہوں

ماں میں چھوٹا سا اِک بچہ
تیری یاد میں اب بھی روتا ہوں

ماں محسوس ہوتی ہے۔۔۔

سعید ہاشمی

ماں محسوس ہوتی ہے
نظر کے سامنے جیسے کبھی وہ پھول کی مانند
نظر سے دور جو جائے
تو خوشبو بن کر آتی ہے
ماں محسوس ہوتی ہے

خوشبو پھول زادی ہو کسی آنچل سے نکلی ہو
کسی تربت پہ ٹھہری ہو کسی سہرے کی باسی ہو
مگر محدود مدت تک بچاری قائم رہتی ہے
مگر پھر ایک خوشبو جو ہمیشہ ساتھ رہتی ہے
وہ خوشبو ماں کی ہوتی ہے
ماں محسوس ہوتی ہے

جب بیزار ہوتا ہوں زمانے بھر کی اُلجھن سے
اپنوں کی عداوت سے سورج کی تمازت سے
پہروں جب میں جلتا ہوں

جب ایسے میں گھٹا آکر سورج ڈھانپ دیتی ہے
تو ماں محسوس ہوتی ہے
بازارِ زیست میں ہر سُو روپے پیسوں کی چھن چھن ہے
کہیں تحفوں کی چاہت ہے کہیں رشتوں کی اُلجھن ہے
ہماری زندگی جب لگے کسی آتش کا ایندھن ہے
ایسے میں کوئی پوچھے کہ روٹی کھائی ہے تم نے ؟
تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
ماں محسوس ہوتی ہے

نمازوں میں ۔۔۔دعاؤں میں
قرآں کی پاک صداؤں میں
جب ذکر جنت کا آتا ہے
قسم معبود کی میرے، ایسے ساعت میں مجھ کو
ماں محسوس ہو تی ہے

ماں! مجھے نیند نہیں آتی ہے

ماں! مجھے نیند نہیں آتی ہے
ایک مدت سے مجھے نیند نہیں آتی ہے
ماں! مجھے لوری سناؤ نا
سُلا دو نا مجھے
ماں! مجھے نیند نہیں آتی ہے
رت جگے اب تو مقدر ہیں مری پلکوں کا
نیند آئے تو لئے آتی ہے بغداد کی یاد
آنکھ لگتے ہی کوئی بیوہ اُٹھا دیتی ہے
پیٹ کتنا ہی بھروں بھوک نہیں مٹتی ہے
جلتے بصرہ کی مجھے پیاس جگا دیتی ہے
کوئی قندھار کی وادی سے بلاتا ہے مجھے
ذکر قندوز کا آئے تو مجھے لگتا ہے
کاٹ کے سر کوئی ہنستا ہے ، جلاتا ہے مجھے
بم کی آوازیں مجھے کچھ نہیں کہتی ہیں مگر
زخم ان بچوں کے سونے نہیں دیتے ہیں مجھے
ماں مری آنکھیں تو پتھر کی ہوئی جاتی ہیں

نوجواں لاشے یہ رونے نہیں دیتے ہیں مجھے

میرے سینے پہ رکھو ہاتھ

رُلا دو نا مجھے۔ ۔!

ماں! مجھے لوری سناؤنا

سُلا دو نا مجھے ۔ ۔ ۔!

ماں! مجھے نیند نہیں آتی ہے

ایک مدت سے مجھے نیند نہیں آتی ہے۔۔۔!

امی

عدیل زیدی

میں اس سے قیمتی شے کوئی کھو نہیں سکتا
عدیل ماں کی جگہ کوئی ہو نہیں سکتا

مرے خدا یہاں درکار ہے مسیحائی
لہو کو آدمی اشکوں سے دھو نہیں سکتا

یہ اور بات ہے ہو جائے معجزہ کوئی
یہ غم خوشی میں بدل جائے ہو نہیں سکتا

ذرا یہ جان نکل جائے تو ملیں گے ضرور
کہ زندگی میں تو اب ایسا ہو نہیں سکتا

تری دعائیں ہمیشہ رہیں گی ساتھ مگر
میں تیری گود میں سر رکھ کر سو نہیں سکتا

خدا کا شکر کہ واقف ہے حالِ دل سے تو
حروف میں تو ترا غم سمو نہیں سکتا

جدا جو ہو گئے تسبیحِ روز و شب سے عدیل
میں زندگی میں وہ دانے پرو نہیں سکتا

میری امی کو بُلا دے کوئی

میری امی کو بُلا دے کوئی
ورنہ مجھ کو ہی سلا دے کوئی

مجھ کو بستر کی تو عادت ہی نہیں
اپنی گودی میں جھولا دے کوئی

شائد آ جائیں وہ رونا سن کر
مجھ کو بے وجہ رلا دے کوئی

میں نے کئی روز سے نہیں کھایا
اُس محبت سے کھلا دے کوئی

مجھ کو خواہش نہیں ملے دنیا
مجھ کو امی سے ملا دے کوئی

ماں

فرزانہ نیناں

بڑا محروم موسم ہے تمہاری یاد کا اے ماں
نجانے کس نگر کو چھوڑ کر چل دی ہو مجھ کو ماں !
شفق چہروں میں اکثر ڈھونڈتی رہتی ہوں ، میں تم کو
کسی کا ہاتھ سر پہ ہو ،تو لگتا ہے تم آئی ہو
کوئی تو ہو ، جو پوچھے،کیوں ترے اندر اداسی ہے
مرے دل کے گھروندے کی صراحی کتنی پیاسی ہے
مجھے جادوئی لگتی ہیں تمہاری، قربتیں اب تو
مری یادوں میں رہتی ہیں تمہاری شفقتیں اب تو
کبھی لگتا ہے،خوشبو کی طرح مجھ سے لپٹتی ہو
کبھی لگتا ہے یوں، ماتھے پہ بوسے ثبت کر تی ہو
کوئی لہجہ، ترے جیسا، مرے من میں اتر جائے
کوئی آواز، میری تشنگی کی گود ،بھر جائے
کوئی ایسے دعائیں دے کہ جیسے تان لہرائے
کسی کی آنکھ میں ، آنسو لرزتے ہوں ، مری خاطر
مجھے پردیس بھی بھیجے، لڑے بھی وہ مری خاطر
مگر جب لوٹتی ہوں ساری یادیں لے کے آنچل میں

تو سایہ تک نہیں ملتا کسی گنجان بادل میں
کوئی لوری نہیں سنتی ہوں میں اب دل کی ہلچل میں
تمہاری فرقتوں کا درد بھرلیتی ہوں کاجل میں
کہیں سے بھی دعاؤں کی نہیں آتی مجھے خوشبو
مری خاطر کسی کی آنکھ میں، اترے نہیں آنسو
محبت پاش نظروں سے مجھے تم بھی تکا کرتیں
مدرز ڈے پر کسی تحفے کی مجھ سے آرزو کرتیں
سجاکر طشت میں چاندی کے تم کو ناشتہ دیتی
بہت سے پھول گلدا نوں میں، لا کر میں سجادیتی
کوئی موہوم سا بھی سلسلہ، باقی کہاں باہم
کہ اب برسیں مرے نیناں تمہاری دید کو چھم چھم
دلاؤں ایک ٹوٹے دل سے چاہت کا یقیں کیسے
مری ماں آسمانوں سے تجھے لاؤں یہاں کیسے
نجانے کون سی دنیا میں جا کے بس گئی ہو ماں
بڑا محروم موسم ہے تمہاری یاد کا، اے ماں۔۔۔ !!

ماں

یہ کون نغمہ ہے ساری دنیا کے نغمہائے طرب سے شیریں
جو انجمِ آسمان و گلہائے باغ کا عکس بن رہا ہے

کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے؟

زمانہ کے اہلِ ذوق میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہوگا
کہ وہ محبت ہے، جس سے یہ خاکدانِ تیرہ سنور رہا ہے

حریمِ ہستی مہک رہا ہے!

وہ چیز ،جو آفتابِ نصف النّہارِاُردی بہشت سے بھی
ہزار درجہ زیادہ اچھی ہے، خوبصورت ہے ،خوشنما ہے

کوئی بتائے بھلا وہ کیا ہے؟

فضائے شبگوں میں میں نے دیکھے ہیں مسکراتے ہوئے ستارے
میں جانتا ہوں کہ چشمِ محبوب سارے پھولوں سے خوشنما ہے

شراب گوں ہے، شراب زا ہے!

میں جانتا ہوں کہ اس کا اِک ہلکا ہلکا سا نازنیں تبسّم
دل شکستہ کے حق میں کس درجہ مہر انگیز و مہر زا ہے
لبِ تکلّم کا معجزہ ہے!

کرشمہ آرائی ہائے احساسِ حسن کے باوجود اب تک
نہ کہہ سکا کوئی شاعر آخر ،وہ نغمہء دل پذیر کیا ہے؟

جو سب سے بہتر ہے، دلربا ہے

مگر میں کہتا ہوں اب کہ وہ نغمہ آہ! وہ دلگداز نغمہ
جو ساری دنیا کے سارے رنگیں ترانوں کا اصل مبتدا ہے

جو قلبِ فطرت کا آئینہ ہے!

وہ نغمہ، وہ کائنات کا، کائنات کا سحر کار دل ہے!!
وہ دل کہ جس کا جہان والوں نے پیار سے نام ماں رکھا ہے!!

وہی محبت کی ابتدا ہے!!
وہ ہی محبت کی انتہا ہے!!

ماں

عمر بھر سینے سے لگا کر پالا ہے ماں نے
غلط باتوں پہ تھوڑا تھوڑا مارا ہے ماں نے

کہ جب میں نے بولا تھا ماں پہلی بار
ماں کی آنکھوں میں بھرا تھا کتنا پیار

پیدا ہوا تھا تو کچھ نہیں تھا میں
ماں کی وجہ سے آج ہوں کیا کیا میں

کچھ لوگوں کے لئے ماں کو چھوڑتے نہیں
چاہے کچھ ہو جائے منہ موڑتے نہیں

ماں سے ہمیشہ ہمیں سکھ ملتے ہیں
پھر بھی اس کو ہم سے دکھ ملتے ہیں

کاش قربان کروں میں سب اس کی صدا پہ
اور وہ مجھے پیار کرے میری اسی ادا پہ

ماں سے مجھے میری کوئی جدا نہ کرے
کروں پیار کسی اور سے خدا نہ کرے

وہ کون ہے

وہ کون ہے جو اداس راتوں کی چاندنی ہیں
کئی دعائیں لبوں پہ لے کر
ملول ہو کر
بھلا کے ساری تھکان دن کی
یہ سوچتی ہے
کہ میں نہ جانے ہزار میلوں پرے جو بیٹھا ہوں
کس طرح ہوں
وہ کون ہے جو اداس راتوں کے رت جگے میں
دعاؤں کی مشعلیں جلانے کھڑی ہوئی ہے
دعائیں جس کی مرے لئے ہیں
میں ان دعاؤں کے زیر سایہ
زمین سے آسمان کی جانب یوں محو پرواز ہوں کہ جیسے
بشر گزیدہ خدا سے ملنے کو جا رہا ہو
پھر ایک لمحے کو میرے اندر سے اتنی آوازیں گونجتی ہیں
میں ان سے برسوں سے آشنا ہوں
یہ ہاتھ جو کہ بلند ہو کر لرز رہے ہیں

یہ ہاتھ میرے لیے تحفظ کا استعارہ
یہ ہاتھ میرے لیے جہاں کی
ہزار خوشبو سے بالاتر ہیں
یہی تو ہیں وہ جنہوں نے مجھ کو
قدم اٹھانا قدم بڑھانا سکھا دیا ہے

ماں

نہیں ثانی کوئی دنیا میں اس کا کوئی دنیا میں اس جیسا نہیں
قدر پوچھو تو اس قلبِ حزیں سے کہ جس کے سر پہ یہ سایہ نہیں ہے

مجھے دکھلائیو تو اک بار لا کر اگر ماں کی طرح کوئی کہیں ہے
یہ ماں ہی تو جو خود کو بھلا کر ہمیں خونَ جگر سے پالتی ہے

لگا کر جان سے سنبھالتی ہے ہمیں انسانیت میں ڈھالتی ہے
اگر دیکھے ذرا مشکل میں ہم کو دعاؤں سے مصیبت ٹالتی ہے

مبادا چوٹ لگ جائے نہ ہم کو نہ ہونے دے ہمیں اوجھل نظر سے
کہیں جانا پڑے جو گھر سے باہر کرے رخصت دعائیں دے کے گھر سے

دعا رہتی ہے ہر دم اس کے لب پر خدا محفوظ رکھے ہم کو شر سے
ہم ہی ہیں اس کی ساری زر و دولت نہیں مطلب اسے لعل و گہر سے

وجود اس کا ہے اک انمول نعمت ہے لازم ہم پہ کرنا اس کی طاعت
بچاتی ہے ہمیں ہر نظرَ بد سے اور لے لیتی ہے خود پر ہر مصیبت

بہت بد بخت ہے وہ جس نے کھویا ملا فردوس پانے کا جسے وقت
اگر مل جائے ہم کو یہ سعادت تو سمجھو کہ یقناً ہم ہیں خوش بخت

اب اس سے آگے کیا رتبہ بیاں ہو، نہیں اس سے زیادہ مجھ کو طاقت
خدا نے دی ہے اس کو ایسی عظمت کہ رکھدی اس کے قدموں میں ہے جنت

ماں تجھے سلام

رنگِ جنت الفردوس کی ٹھنڈی چھاؤں میں
چشمہ میٹھے پانی کا، جیسے کوئی گاؤں میں

ماں ہے ایسی ہستی جو پھیلی ہے دعا بن کر
ہر گھڑی فضاؤں میں، چار سو ہواؤں میں

اس مجازی خالق پر رحمت الٰہی ہے
الفت و محبت کی روشنی ہے ماؤں میں

آس رہتی ہے ہر دم اس کے ہی سندیسوں کی
درد کے لگے پیوند زیست کی رداؤں میں

بس یہی تو کندن باقی سب سنہرا رنگ
گر یقیں کہیں ہے تو ماں کی دعاؤں میں

حوصلے کہاں سے آئے ان غریب ماؤں میں
اشک بن کے آنکھوں سے جو کبھی نہیں بہتے

تم نے کیا نہیں دیکھی؟ وہ نمی نگاہوں میں
بے بدل ہیں یہ مائیں چین ان کے دامن میں

ربِ دو جہاں نے یوں ماؤں کو نوازا ہے
سر پہ ہو نہ ہو چادر جنت ان کے پاؤں میں

ممتا ہے طاقت ہے ممتا ہی کمزوری
رحمتیں یہ قدرت کی ان ہماری ماؤں میں

عمر بھر کا یہ قرضہ ایک یوم مادر پر
کس طرح ہم چکاتے ہیں محل سراؤں میں

مائی او مائی

طاہر فراز

عنبر کی یہ اونچائی دھرتی کی یہ گہرائی
تیرے من میں ہے سمائی، مائی او مائی

تیرا من امرت کا پیالہ یہی کعبہ یہی شوالہ
تیری ممتا جیون دائی، مائی او مائی

جی چاہے کیوں تیرے ساتھ رہوں میں بن کے تیرا ہم جولی
تیرے ہاتھ نا آؤں چھُپ جاؤں یوں کھیلوں آنکھ مچولی
پریوں کی کہانی سُنا کے
کوئی میٹھی لوری گا کے
کردے سپنے سُکھ دائی، مائی او مائی

سنسار کے طعنے بانے سے گھبراتا ہے من میرا
ان جھوٹے رشتے ناطوں میں بس پیار ہے سچا تیرا
سب دُکھ سکھ میں ڈھل جائیں
تیری باہیں جو مل جائیں

مل جائے مجھے خدائی، مائی او مائی

جاڑے کی ٹھنڈی راتوں میں جب دیر سے میں گھر آؤں
ہلکی سی دستک پر اپنی تجھے جاگتا ہوا میں پاؤں
سردی سے ٹھٹھرتی جائے ٹھنڈا بستر اپنائے
مجھے دے کے گرم رضائی، مائی او مائی

پھر کوئی شرارت ہو مجھ سے
ناراض کروں پھر تجھ کو
پھر گال پے تھپی مار کے تُو
سینے سے لگا لے مجھ کو
بچپن کی پیاس بُجھا دے
اپنے ہاتھوں سے کھلادے
پلو میں بندھی مٹھائی ،مائی او مائی

ماں کے نام

وصی شاہ

یہ کامیابیاں، عزت، یہ نام تم سے ہے
خدا نے جو بھی دیا ہے مقام ، تم سے ہے

تمھارے دَم سے ہیں میرے لہو میں کھلتے گلاب
مرے وجود کا سارا نظام تم سے ہے

کہاں بساطِ جہاں اور میں کمسِن و ناداں
یہ میری جیت کا سب اہتمام تم سے ہے

جہاں جہاں ہے مری ذلتیں، سبب میں ہوں
جہاں جہاں ہے مرا احترام ، تم سے ہے

جو تم نہ ہو تو مری زندگی ٹھہر جائے
مری حیات کی یہ صبح و شام ، تم سے ہے

سکونِ قلب میسر ہے ماں کے سائے میں
خدا کا فضل و کرم ، ہر انعام تم سے ہے

میری ماں کی دعا

میرے سر پہ میری ماں کی دُعاؤں کا سایہ ہوگا
شاید اسی لیئے خود سمندروں نے مجھے ڈُبونے سے بچایا ہوگا

ماں کی آغوش میں لوٹ آیا ہے بیٹا پھر سے
شاید دنیا نے اُسے بہت ستایا ہوگا

اب اُس کی محبت کی کوئی کیا مثال دے
جس نے کاٹ کہ اپنا پیٹ بچوں کو کھلایا ہوگا

کی تھی سقاوت جس نے عمر بھر بچوں کے لیئے
کیا گزری ہوگی اُس باپ پر جب ہاتھ میں آیا کاسا ہوگا

کیسے ملے گی جنت اُس اولاد کو
جس نے ماں سے پہلے بیوی کا فرض نبھایا ہوگا

تو میری سانسوں کی دھڑکن ، تو میری خوشبو کا نام
تجھ سے ہے عزت میری ، تجھ سے ہی ملا ہے مجھے احترام

تیرے لب سے جو نکلتی ہے دعا، ہوتی ہے مقبول
مانگتا ہوں میں تجھ سے تیری خوشی کا التزام

جس کو ملی تیری دعا ، جنت کاوہ حقدار ہے
جس کو ملی ہے بددعا ، دوزخ اسی کا ہے مقام

بیت جائے عمر میری، تیری خدمت میں تمام
مانگتا ہوں میں تجھ سے ممتا کا جلو صبح و شام

میری ہر تکلیف میں بے چین ہو جانا تیرا
میں ادا کیسے کروں کلمات میں تیرا مقام

دیکھ لے جو میری آنکھوں میں تکلیف کی جھلک
نیند اڑ جائے تیری، اور ختم ہو جائے آرام

کاش میں پوری کروں تو جو خواہش مجھ سے کرے
تجھ تلک آنے ناں دومیں تھام لوں تیرے آلام

یا الہی ! مجھ کر رہے حاصل میری ماں کی دعا
میرے سر پر اس کی شفقت کا سایہ رہے دوام

میری ماں

میری ماں ! مجھ کو سینے سے لگا لو، تھک گئی ہوں میں
بھنور کے بیچ سے مجھ کو نکالو ، تھک گئی ہوں میں

تھکن سے چُور ہے میرا بدن اور دل بھی گھائل ہے
مجھے اک رات تُم اپنے ساتھ سُلا لو، تھک گئی ہوں میں

مجھے پریوں کی باتوں ، پیار کی گھاتوں میں الجھاؤ
کبھی تو اپنے زانوں پر لٹا لو ، تھک گئی ہوں میں

بہت سے خواب ریزہ ریزہ ہو کر مجھ کر چُبھتے ہیں
مجھے اس اذیت سے بچا لو ، تھک گئی ہوں میں

کہوں کس سے کہ دل پہ کیسے کیسے رنج سہتی ہوں
مجھے اپنی بانہوں میں چھپا لو ، تھک گئی ہوں میں

مجھے معلوم ہی کب تھا کہ جیون ہے گھنا جنگل
اندھیرے سے مجھے آکر نکالو ، تھک گئی ہوں میں

مجھے کیوں بھول بیٹھی ہو ، میری آواز تو سُن لو
مجھے آ کر اپنے کلیجے سے لگا لو ، تھک گئی ہوں میں

دعا

کمال حسین بلتی

میرے مالک تجھے ہے واسطہ محمد کا
ہر برائی سے میرے رب تو بچا کے رکھنا

کہیں بندہ تیرا رستے سے نہ بھٹک جائے
سیدھے رستے پہ تو بندے کو چلاتے رکھنا

اب تلک ساتھ دیا ہے تو نے اس بندے کا
اُس جہاں میں بھی اکیلا تو مجھے نہ رکھنا

دنیا والوں نے تو کی مجھ سے بے وفائی پر
بے وفا بنے سے یا رب تو بچا کے رکھنا

بوجھ دینا مجھے ایسا جو اُٹھا پاؤں میں
میری برداشت سے باہر یہ وزن نہ رکھنا

میری کوشش ہے مگر ساتھ تو دے دے مولا
میرے ماں باپ کو تو مجھ سے خفا مت رکھنا

میری برداشت میں دنیا کی جدائی ہے مگر
مجھ کو ماں باپ سے یا رب تو جدا نہ رکھنا

مجھ سے دنیا کی تو ہر چیز چاہے چھین لے پر
جب تلک زندہ ہوں ماں باپ کا سایہ رکھنا

آمین ثم آمین

میں کبھی بتلاتا نہیں پر اندھیرے سے ڈرتا ہوں میں ماں

فروخ عباس

میں کبھی بتلاتا نہیں

پر اندھیرے سے ڈرتا ہوں میں ماں

یوں تو میں دکھلاتا نہیں

تیری پرواہ کرتا ہوں میں ماں

تجھے سب ہے پتہ ہے نا ماں؟

تجھے سب ہے پتہ میری ماں

بھیڑ میں یوں نہ چھوڑو مجھے

گھر لوٹ کے بھی آ نہ پاؤں ماں

بھیجنا اتنا دور مجھ کو تو

یاد بھی نہ تجھ کو آ پاؤں ماں

کیا اتنا برا ہوں میں ماں

کیا اتنا برا۔۔۔میری ماں

جب بھی کبھی پاپا مجھے

جو زور سے جھولا جھلاتے ہیں ماں

میری نظر ڈھونڈے تجھے

سوچوں یہی تو آ کے تھامے گی ماں
ان سے میں یہ کہتا نہیں
پر میں سہم جاتا ہوں ماں
چہرے پہ آنے دیتا نہیں
دل ہی دل میں گھبراتا ہوں ماں
تجھے سب ہے پتہ ہے نا ماں؟
تجھے سب ہے پتہ میری ماں
میں کبھی بتلاتا نہیں
پر اندھیرے سے ڈرتا ہوں میں ماں
یوں تو میں دکھلاتا نہیں
تیری پرواہ کرتا ہوں میں ماں
تجھے سب ہے پتہ ہے نا ماں؟
تجھے سب ہے پتہ میری ماں

بچھڑی ماں کی یاد میں

"صدف مرزا"

مرِی ہے بے اماں ہستی ، صدائیں بے صدا ساری
تری حرفِ دعا سے ہیں، ہوائیں بےصدا ساری

کسے میری ہنسی چھو کر نمی محسوس ہوگی اب
مرے رنج و حزن کی ہیں قبائیں بے صدا ساری

نظر اب کس کو چومے گی مجھے ایسی محبت سے
مرِی دنیا کی جیسے اب ضیائیں بےصدا ساری

ترے آنچل تلے چھپ کر مرے سب غم سسکتے تھے
چھِنا دامن تو اشکوں کی نوائیں بےصدا ساری

سبق عِجز و عطا و صبر کے سب تجھ سے ملتے تھے
تو آ کے دیکھ اب میری ادائیں بےصدا ساری

وہ جن قدموں تلے جنت ہے وہ لاریب سچائی
نہیں ہے وہ تو پھر لوگو وفائیں بےصدا ساری

ترِے اک سجدہء شب سے کرم کی بارشیں تھیں ماں
برس کے اب نہ گذریں گی، گھٹائیں بےصدا ساری

ماں

میرا قلم بے بس ہوتا ہے
جب کوئی بچہ روتا ہے
اماں کہتا ہے وہ بے بس
جب بھی اس کو کچھ ہوتا ہے
رات کی سردی بھوک بلکنا
باپ عموماً دھت سوتا ہے
ماں بچے کو گود میں لیکر
لوری دے اچھا بہلائے
چاند میں ماموں دکھلا کر یہ
بچے کو منٹوں میں سلائے
ساری عمر کرو خدمت تو
قرض اک شب کا کون چکائے
میم محبت اسکا نام
الف سے الفت صبح و شام
ن ندارد خود غرضی ہے
اس کو کہتے ہیں ہم ماں

ماں

سیدانجم کاظمی

اپنے ہاتھوں سے خود اپنے درد کا درماں لکھا
دل کے کاغذ پر دُعاؤں کے برابر ماں لکھا

فرطِ غم سے دل کی دھڑکن جب بھی بے قابو ہوئی
لوحِ جاں پر زندگی نے مسکرا کر ماں لکھا

میں سراپا روشنی کا ایک حسیں مینار ہوں
دل کے اندر ماں لکھا دل کے باہر ماں لکھا

حافظے کو مسئلہ درپیش تھا تجدید کا
ذہن کی دیوار پر میں نے مکرر ماں لکھا

دھوپ موسم مرا چہرا وہ آنچل کی ہوا
زندگی بھر میری آنکھوں نے یہ منظر ماں لکھا

میرا دامن بھر گیا ہے گوہرِ نایاب سے
جب بھی میں نے تجھ کو اے گہرے سمندر ماں لکھا

لکھ رہی تھی چاندنی جب ریت کے ذرات پر
چشمِ شبنم نے بھی پھولوں پہ اُتر کر ماں لکھا

اُسی کے نام سے تھی ابتدائے خوش خطی
لفظ جتنے میں نے لکھے سب سے بہتر ماں لکھا

عرش سے بھیجی تھی رب نے پہلی ماں جو فرش پر
نورِ ممتا اُس سے پھیلا جس نے گھر گھر ماں لکھا

اپنی ماں سے تیرا قد مجھ کو بہت چھوٹا لگا
تجھ پہ آکر میں نے جب چاہت کے ممبر ماں لکھا

میں نے انجم اپنا پیکر یوں منور کر لیا
صبح دم سے چاندنی تک بس سراسر ماں لکھا

پہلی درسگاہ

ماں اعتبارِ گردشِ لیل و نہار ہے
ماں آئینہ رحمت پروردگار ہے

ماں تیرگی میں روشنی کا آبشار ہے
ماں کربلائے زیست میں ابرِ بہار ہے

خوش رنگ شخصیات میں ماں کا شمار ہے
قربانی و خلوص کا یہ شاہکار ہے

جنت ہے ماں کے پاؤں تلے ، جانتے ہیں سب
ماں دینِ مصطفٰی میں بہت ذی وقار ہے

جاری ہے نسلِ آدمی جس کے وجود سے
ماں بندگانِ رب میں وہ تخلیق کار ہے

کہتے ہیں ماں کی گود ہے وہ پہلی درسگاہ
جس پہ تمام زیست کا ، دار و مدار ہے

مشہور ماں کی ممتا ہے کائنات میں
بے لوث کوئی پیار ہے تو ماں کا پیار ہے

پلتی ہے ماں کی گود میں کس طرح زندگی
ماں رازدارِ صنعتِ پروردگار ہے

بنتے ہیں بگڑے کام دعاؤں سے اے نثار
ماں کی دعا نصیب ہو تو بیڑا پار ہے

ماں

فاطمہ حسن

پہلی بار میں کب تکیے پر
سر کو رکھ کر سوئی تھی
اُن کے بدن کو ڈھونڈا تھا، اور روئی تھی
دو ہاتھوں نے بھینچ لیا تھا
گرم آغوش کی راحت میں
کیسی گہری نیند مجھے تب آئی تھی
کب دُور ہوئی تھی پہلی بار
اپنے پیروں پر چل کر
بستر سے الگ ، پھر گھر سے الگ
اک لمبے سفر پر نکلی تھی
اپنی اُنگلی کو تھامے
دھیرے دھیرے دُور ہوئی کب
نرم بدن کی گرمی سے
اُس میٹھی نیند کی راحت سے
اب سوچتی ہوں اور روتی ہوں

ماں کے نام

حسین محی الدین قادری

اے ماں ، تیرے قدموں کی کیا بات ہے
کہ جنت بھی تلووں کی سوغات ہے

خدا بھی مہرباں ، اگر تو ہو راضی
وہ ناخوش، خفا گر تری ذات ہے

تو ہے شبنم کبھی، تو ہے شعلہ کبھی
پیار تیرا طوفاں بھی ہے دیپ بھی

یہ گنگا، یہ جمنا، یہ راوی کی ٹھنڈک
ترے ہی تبسم کی خیرات ہے

تیرا چاند سا چہرہ تکتے رہیں
تیرا جلوہ ہر روز کرتے رہیں

تا ابد تو رہے ہم پہ سایہ فگن
عجب تیری الفت کی برسات ہے

یہ جتنے بھی سیپوں سے موتی بنے
بہاروں کے آنگن میں تارے کھلے

یہ فلک کی چمک، زندگی کی دھنک
یہ ماں ہی کی واللہ طلسمات ہے

ماں ترے جانے کے بعد

شہناز پروین شازی

بجھ گیا روشن سویرا ماں ترے جانے کے بعد
چھا گیا ہر سو اندھیرا ماں ترے جانے کے بعد
غم کا بادل ہے گھنیرا ماں ترے جانے کے بعد
دم گھٹا جاتا ہے میرا ماں ترے جانے کے بعد

کس کے چہرے میں تلاشوں تیرے چہرے کی جھلک
کس کے آنچل میں ملے گی تیری ممتا کی مہک
کس کی باتوں میں سنوں گی تیرے لہجے کی کھنک
کس ستارے میں بسے گی تیری آنکھوں کی چمک

ڈھونڈھتی ہوں عکس تیرا ماں ترے جانے کے بعد
دم گھٹا جاتا ہے میرا ماں ترے جانے کے بعد

فون پر کس کو سناؤں گی میں اپنا حال زار
کس کی باتیں سن کے آئے گا مرے دل کو قرار
کون پونچھے گا مرے بہتے ہوئے اشکوں کی دھار
کون پانی پڑھ کے دے گا ہوگا جب مجھ کو بخار

دل میں وحشت کا بسیرا ماں ترے جانے کے بعد
دم گھٹا جاتا ہے میرا ماں ترے جانے کے بعد

کون اب میرے لئے دست دعا پھیلائے گا
کس طرح آفات کا صدقہ اتارا جائے گا
کون مرہم زخم جاں پر پیار سے رکھ پائے گا
درد کی شدت میں میری پیٹھ کو سہلائے گا

رنج و غم نے مجھ کو گھیرا ماں ترے جانے کے بعد
دم گھٹا جاتا ہے میرا ماں ترے جانے کے بعد

اے کراچی یہ بتا اب کس سے ملنے آؤں گی
کس کی بانہوں میں سمٹ کر چین و سکھ میں پاؤں گی
ماں تری فرقت کا صدمہ میں نہیں سہہ پاؤں گی
کس طرح یادوں سے تیری اپنا دل بہلاؤں گی

کالعدم میکے کا پھیرا ماں ترے جانے کے بعد
دم گھٹا جاتا ہے میرا ماں ترے جانے کے بعد

تو تو باغ خلد میں مہمان یزداں ہو گئی
اور یہاں پر میری دنیا پل میں ویراں ہو گئی
دفعتاً اذن سفر پر خلق حیراں ہو گئی

زندگی بھی ایک لمحہ کو پریشاں ہو گئی

گھر میں خاموشی کا ڈیرا ماں ترے جانے کے بعد
دم گھٹا جاتا ہے میرا ماں ترے جانے کے بعد

مغفرت کی تجھ پہ مولا اب فراوانی کرے
جنت الفردوس میں بھی رحمت ارزانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

حق ادا کر پاؤں تیرا ماں ترے جانے کے بعد
دم گھٹا جاتا ہے میرا ماں ترے جانے کے بعد

ماں

عذرا پروین

تمام لفظوں میں روشن ہر اک باب میں ماں
جنوں کے شیلف میں ہے عشق کی کتاب میں ماں
اے ماں تو خوشبو کا نایاب استعارہ ہے
اے ماں تو عود میں عنبر میں تو گلاب میں ماں
خود اپنی ممتا میں ہی نور کا سمندر ہے
نہیں ہے اور کسی روشنی کی تاب میں ماں
وہ جسم کھو کے بدل سی گئی ہے کچھ مجھ میں
تھی پہلے صرف سوال اب ہے ہر جواب میں ماں
مرے سوالوں کے سارے جواب لے آئی
چلی گئی تھی مگر لوٹی پھر سے خواب میں ماں
میں جب بھی ذبح ہوئی زندگی کے خنجر سے
دکھی ہے خوابوں میں اک دشت اضطراب میں ماں
گنوا کے جسم وہ فرصت سے آئی میرے پاس
سسک سسک کے سنایا تھی کس عذاب میں ماں
میں ماں کی زندہ نگاہوں کو خود میں جیتی ہوں
ہر انقلاب میں ہر دم ہر آب و تاب میں ماں
مرے عروج کا وہ سلسلہ انعام و سزا

مرے زوال میں ہر زندہ انقلاب میں ماں

تجھے لبھانے کو میں سترنگی بنی تھی ماں

یہ جا چھپی ہے تو کس پردۂ غیاب میں ماں

بندھی ہیں آنکھیں مری اب بھی موت کے پل سے

ہے ہر سکوت میں خاموش اضطراب میں ماں

اڈ رہے ہیں ہر اک پل سے موت کے ٹھٹھے

وہ جا رہی ہے مری پنجۂ عقاب میں ماں

وہ جسم ہار گئی موت سے مگر مجھ میں

وہ جی کے گویا ہے پھر موت سے جواب میں ماں

ماں

صوبیہ کامراں

ماں تجھ پہ ہی پڑی تھی میری زیست کی پہلی نظر
سمویا ہوا تھا تیری آنکھوں میں محبت کا ایک سمندر

تیرا خوب دل دھڑکتا تھا میرے ہر قدم پر
چلتے چلتے مجھے گرنے سے پہلے تو سینے سے لگاتی تھی

پھر دھیرے دھیرے پہنچا میں تعلیم کے دنوں تک
کیا کیا بتاؤں ماں! وار دیں ساری خوشیاں تو نے میری تعمیر پر

تجھی کو خیال ہوتا میری کتاب، کاپی، قلم کا
اگر چہ میں انجان تھا قلم سے او ر لکھنے سے بے خبر

اے بہنوں! بھائیوں! آج ماں کی قدر کرلو
ورنہ یہ دنیا کل کو تمھیں کردے گی بے قدر

میری ماں پیاری ماں

سونی سونی ڈگر
اجڑا اجڑا چمن
بن تیرے یہ نہ مہکے گا مشک ختن
ٹوٹ کر گر جائے گا اب یہ گگن
میری ماں تو ہے جنت میں مست و مگن

کیسے تجھ کو کہوں پھر سے آجا یہاں
میری ماں پیاری ماں

یہ تو ممکن نہیں بھول جاوں تجھے
رات دن فکر ہے کیسے پاوں تجھے
دل میں کیا ہے تمنا بتاوں تجھے
اپنے اللہ سے مانگ لاوں تجھے

یہ تو ممکن نہیں، اب ملیں گے وہاں
میری ماں پیاری ماں

مشکلوں میں نہ ماتھے پہ تیرے شکن
یہ تائید غیبی کا تھا بانکپن
تیرے بن سونی سونی ہے انجمن
دل کو بھاتا نہیں یہ چرغ فلگن

کس کو اپنی سنائیں گے ہم داستاں
میری ماں پیاری ماں

تو ہے سرمایہ حسن دنیا میری
تیری عظمت پہ قرباں ہے جان حزیں
تیری قدموں میں رکھدوں میں اپنی جبیں
تیرے قدموں کے نیچے ہے بہشت بریں

تیرا بیٹا زمیں اور تو آسمان
میری ماں پیاری ماں

قبر تیری بنے ایک عمدہ چمن
تیرا میلا نہ ہو تا قیامت کفن
سوتی رہ جیسے سوتی ہو کوئی دلہن
یہ دعا دیتے ہیں سارے ہی مرد و زن

تجھ کو مل جائے جنت میں بہتر مکاں
میری ماں پیاری ماں

صبر کرتا تو ہوں صبر آتا نہیں
سامنے تیری صورت کو پاتا نہیں
تیرا پیغام اب کوئی لاتا نہیں
درد دل ہائے میرا یہ جاتا نہیں

الحفیظ الاماں الحفیظ الاماں
میری ماں پیاری ماں

میری ماں تیری ممتا پر قربان میں
بھول جاؤں نہ مولا کا فرماں میں
یادکر کے جو ہو جاؤں حیراں میں
تجھ کو پڑھ پڑھ کے بخشوں گا قرآن میں

تیرا بیٹا ہے انیس اور تو اس کی ماں
میری ماں پیاری ماں

تو لوٹ آماں، تیری یاد بہت آتی ہے

تو لوٹ آ ماں ، تیری یاد بہت آتی ہے
یہ گھر گھر نہ رہا ، تیرے جانے کے بعد مکان ہو گیا
ایسا چھایا ہے سناٹا ، گویا قبرستان ہو گیا

.

کام پر جاتا ہوں جب میں ، واپس آنے کا دل نہیں کرتا
مجھے بلانے کی تیری صدا ،اب وہی سننے کو دل ہے کرتا

.

تھک ہار کر شام کو جب ،میں گھر واپس آتا ہوں
پورے گھر میں صرف ایک تیری ہی کمی پاتا ہوں

.

لیٹ جاتا ہوں تو لگتا ہے پیار سے مجھے بُلا دے گی
دیکھ کے اپنے بچے کو ہلکا سا مسکرادے گی۔

.

میرے خیالوں میں تو، تُو ہر روز ہی ملنے آجاتی ہے
ہو سکے تو تو لوٹ آ ماں ، کہ تیری یاد بہت آتی ہے

.

میں نے کبھی نہ روٹھونگا تجھ سے ، تو روٹھی تو تجھے مناؤںگا
دور کہیں بھی تجھ سے میں ،اک پل کو بھی نہ جاؤں گا

.

پلکوں پہ آنسو میرے ہیں ، تو آکر انہیں ہٹا جانا
ابھی نیند نہ آتی آنکھوں میں تو مجھ کو لوری سنا جانا

.

نہ اب ڈانٹتی ہے مجھ کو ، نہ ہی پیار سے بلاتی ہے
کیوں اتنا دور گئی مجھ سے ، کہ اب یاد تیری ستاتی ہے

.

چل بس کر اب بہت ہوئی ، جی کرتا ہے اب تیری دید کا
شب رات پہ نہ دیے جلے ، بےرنگ ہوا رنگ عید کا

.

جانتا ہوں اب نہ آئے گی ،پھر بھی دل کی دھڑکن تجھے بلاتی ہے
ہو سکے تو تُو لوٹ آ ماں ، کہ تیری یاد بہت رلاتی ہے

بہت یاد آتی ہے

تجھ سے دور

بہت دور پردیس میں

جب کسی بیٹے کو

اپنی ماں کی انگلی پکڑئے دیکھتا ہوں

ماں مجھے تو بہت یاد آتی ہے

سارا دن میں کچھ نہیں کھاتا

پھر بھی کوئی یہ پوچھتا نہیں

کہ میں نے کچھ کھایا یا کہ نہیں

اور جب بھوک کے ہاتھوں ہار کے

کسی گندے سے ہوٹل کے

گندے سے برتنوں میں

بدمزہ سا کھانا کھانے کی کوشش کرتا ہوں

ماں تیرے ہاتھوں کا ذائقہ

میرے لیے بنائی گئی

پتلی سی چھوٹی سی

وہ چپاتی بہت یاد آتی ہے

رات تنہاء کسی گندے سے ہوٹل کے

چھوٹے سے کمرے کے

گندے سے بستر میں

جب سونے کو لیٹتا ہوں

نیند تو پتا نہیں کب آتی ہے

مگر تیرا مجھے وہ لوری دے کے سلانا

تیری آغوش مجھے بہت یاد آتی ہے

یہاں ہر روز میرا بی پی ہائی ہوتا ہے

سر میں درد بھی بہت ہوتا ہے

مگر کوئی حال تک بھی پوچھتا نہیں

تب میری ہلکی سی کھانسی پہ بھی

تیرا تڑپ جانا تیری بے چینی

مجھے بہت یاد آتی ہے

جب میں چلتے چلتے تھک جاتا ہوں

کسی پارک کے

کسی ویران سے گوشے میں

میں بیٹھ کے رونے لگتا ہوں

تب مجھے کوئی اور یاد نہیں آتا

سچی ماں

تب مجھے کوئی اور یاد نہیں آتا

صرف تو

ہاں ماں صرف تو

بہت بہت یاد آتی ہے

ماں تیری بے بسی

میری بے کسی

اور تیری یاد

مجھے بہت رولاتی ہے

ماں مجھے تو بہت یاد آتی ہے

کبھی جنت کا میں سوچوں، توماں تم یاد آتی ہو

کبھی جنت کا میں سوچوں ، تو ماں تم یاد آتی ہو

محبت لفظ جو پڑھ لوں ، تو ماں تم یاد آتی ہو

تم ہی تو روکتی تھی ہر برائی اور شر سے ماں

کبھی غلطی سے جو بہکوں تو ماں تم یاد آتی ہو

تمہی تو پونچھتی تھی ماں میری آنکھوں کے سب آنسو

میں خود ہی اشک جو پونچھوں تو ماں تم یاد آتی ہو

مجھے جب زخم لگتے تھے تو کیسے تم تڑپتی تھی

میں اپنے زخم اب دیکھوں تو ماں تم یاد آتی ہو

مجھے ڈر جب بھی لگتا تھا تو تم ہی تھامتی تھی ماں

کبھی جو ڈر کے میں لیٹوں تو ماں تم یاد آتی ہو

میرے ہر درد کی ساتھی، میری رازداں تھی تم

میں خود سے راز جو کہہ لوں تو، ماں تم یاد آتی ہو

بہت اکثر بہت زیادہ، بہت ہی یاد آتی ہو

کبھی تنہا جو میں بیٹھوں ،تو ماں تم یاد آتی ہو

لوٹ کے آجا میری ماں

مفتی کوثر روحانی

سوئٹ مما سوئٹ مما سوئٹ مما

و بالوالدین احسانا و بالوالدین احسانا

لوٹ کے آجا میری ماں
تجھ میں بسی ہے میری جان
جی نہ سکوں گا تیرے بنا
ائی لو یو مائی سوئٹ ہارٹ مما

جب میں روٹھا کرتا تھا
تو ہی منانے آتی تھی
میری خوشیوں کی خاطر
اپنا سب لٹواتی تھی
کون پڑھے گا چہرہ میرا
کس سے کروں گا اب میں بیان

کوئی نہ سمجھے دل کی زبان
لوٹ کے آ جا میری ماں

رب ارحمھا کما ربیانی صغیرا

میں بیمار جو پڑتا تھا
نیند تیری اڑ جاتی تھی
ساری توجہ دنیا سے
میری طرف مڑ جاتی تھی
کون کرے گا فکر میری
کون پلائے گا مجھے دوا
بانہوں میں لے لے مجھے زرا
لوٹ کے آ جا میری ماں

سونا سونا لگتا ہے گھر میرا سب کچھ ہو کر بھی
کاش تجھے میں لا پاؤں اپنا سب کچھ کھو کر بھی
تیرا وجود ہی رحمت ہے
قدموں کے نیچے جنت ہے
ڈھندوں میں تجھے کہاں کہاں
لوٹ کے آ جا میری ماں

فلا تقل لهما افٍ فلا تنهر هما

جیتے جی مجھے کبھی تیری قدر سمجھ نہ آئی ہے
تیرے گذر جانے کے بعد قبر پہ نظر جمائی ہے
دیکھ کے میری آنکھیں نم
بڑھ جاتے تھے تیرے غم
آنسو پونچھنے آ جا یہاں
لوٹ کے آ جا میری ما

روحانی افسردہ ہے
کیوں ترے بن وہ زندہ ہے
تجھ کو راضی کیوں نہ کیا
سوچ کے بھی شرمندہ ہے
تیری رضا اللہ کی رضا
معاف میری کردینا خطا
پڑھ کے بخشوں گا قران
لوٹ کے آ جا میری ماں

ماں کی دعا

فریحہ امجد

میرے بیٹے ہیں میری زندگی ۔ یا اللہ
میری زندگی ہمیشہ سلامت رکھنا
میری زندگی میں ہمیشہ بہار رکھنا
ہر موسم میں پھول کھلائے رکھنا
اِن کو دیکھنے سے آنکھوں میں ٹھنڈک رکھنا
اِن کی خوشبو سے گلزار کو مہکائے رکھنا
ان پر رحمت کا سایہ ہمیشہ رکھنا
میرے بیٹے ہیں میری زندگی ۔یااللہ
میری زندگی ہمیشہ سلامت رکھنا
آمین

ماں

خرم آصف علی

ایسا رشتہ ہے یہ جس کا کوئی بدل نہیں
ُدکھ کیا ہے پوچھوُ اس سے جس کی ماں نہیں

ممتا کیسی ہوتی ہے کوئی کیا جانے
جس کی ماں ہی نہیں ،وہ کیا جانے

اپنا سکوں چین بچوں پہ جو نچھاور کرے
دل سے ممتا جاگے ،ماں ہو تو اظہار کرے

ہر جذبہ بے رنگ ہے تیرے آگے
ماں نہ ہو تو کوئی روئے بھی کس کے آگے

خوش نصیب ہیں وہ جن کی ماں ہیں حیات
ُان سے پوچھو جو پچھتاتیں ہیں اب تاحیات

ُاس جیسی محبت نہ ملے کسی اور سے
گویا خدا کی رحمت نہ ملے محرومی سے

ماں تو دن کا سکون رات کا چین ہوتی ہیں
سمجھ جائے جو ماں ، وہ طلوع آفتاب ہوتی ہیں

محبت کی مورت ، آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ماں
دل بے سکونی میں روئے جن کی ہوتی نہیں ماں

جس کی تھی کبھی زندہ ، دل جان تھی ماں
اب نہیں تو ترسیں یہ آنکھیں تجھی کو ماں

قدر کر لو جب تک ہے تمہارے پاس یہ انمول سرمایہ
دنیا سے رخصت جو ہوا لوٹ کے نہ آیا پھر یہ سایہ

جس کی ماں نہیں گویا ُ اس کی محبت سے شناسائی نہیں ہوتی
ماں احساس ہے ُخرم ایسی محبت کی مثال نہیں ہوتی

ماں پیاری ماں

محمد وسیم نعیم میر

اے ماں تیرے بن سوُنا ھے یہ جہاں
توُ نہیں تو ہر سو غموں کی ہیں اندھیریاں

خدا نے کہا موسیٰ سے بن ماں دھیان کرنا زرا
نبی جی کا فرمان کہ باپ سے زیادہ تیرا حق ہے ماں

کہا جوہر نے، بن ماں کے گھر لگتا ہے قبرستان
میں کہتا ہوں، گھر کیا سارا جہاں لگتا ہے بے نماں

تیری گود سے، مدرسے سے، کالج سے بڑھی میری توانایاں
ہر سو، ہردم، میری ہی بہتری کے لیے رہی تیری قربانیاں

رہی عمر بھر سایہ فگن تیری بے لوث مہربانیاں
نہیں نعم البدل تیرا کہیں بھی اے ماں

کچھ بھی تو اچھا نہیں لگتا بن تیرے اے میری ماں
کہ زندگانی کا ہر پہلو تھا تجھ سے باغو بہاراں

مانند شجر کے ہم پہ تیرا سایہ رہا اور سہتی رہی تکلیفوں کو
کہ ہر پل، ہر کڑی دھوپ میں ہمارے لیے رہی تو سائیباں

تیرا گلاب چہرا، جس میں پوشیدہ میری خوشیاں
ہر دم چمکتا تھا میرے لیے اے میری پیاری ماں

ساری رونقیں تیرے ہی دم سے تھیں اے ماں
تو جب رخصت ہوئی، تو رخصت ہوئی سب خوشیاں

دیر سے آنا کام سے جب بھی میرا
بھانپ لیتا تھا میں، تیری پشیمانیاں

پھر دیکھ کر ہر طرح خیریت میری
کتنی ہوتی تھی تجھے شادمانیاں

میں نے پردیس کاٹا، تونے سہی جدائیاں
مگر ہم سے اب نہیں سہی جاتی یہ جدائیاں

خدا نے بہشت بنا کے رکھدی تیرے قدموں تلے
تو ہے جنت میری، تیرے پاوں تلے جنت ہے ماں

یاد کرتا ہوں تجھے ہر دم، اور روتا رہتا ہوں
نظام قدرت ہے موت بھی، کہ تو ملے گی اب کہاں

میرے اعمال میں تو کچھ بھی نہیں ہیں نیکیاں
تیری دعا سے امید ہے خدا کامیاب کرے گا ہر امتحاں

تو نے سب کچھ کیا ہے ہمارے لیے
ہم کچھ بھی نہ کر پائے تمہارے لیے

جب کہ تو نے ہر دم چاہی ہماری ہی بھلا ئیاں

کیا فائدہ اب پچھتاوں کے لکھنے کا
کہ تو دیکھ نہ سکے گی یہ لکھایاں

اب مانگتے ہیں اپنے رب سے پھر معا فیاں
پر یہ معافیاں نہ کر سکیں گی کبھی تلافیاں

وہ رحیم معاف کر دے گا تیری دعا سے
پر ضمیر میرا نہیں کرتا یہ مہربانیاں

کہ لگا نہ سکے تیرے لیے ہم اپنی ساری کمایاں
تو بچاتی رہی سب کچھ اور بچا دی پھر یہ پونجیاں

ربی اغفر کہہ کہ بچاتا ہوں اپنی جان
کہ یہاں بھی پائی اپنی خود غرضیاں

غلطیوں کا پتلا ہے یہ تیرا وسیم
تو درگزر کردیتی تھی جس کی نالائقیاں

الفاظ نہیں ملتے کہ بیاں کروں تیری خوبیاں
کوئ تجھ سا نہیں، تجھ سا نہیں، تجھ سا نہیں اے ماں

ماں جب یاد آتی ہے

عمران

ماں جب یاد آتی ہے
مجھے وہ بہت رولاتی ہے

کام سے جب میں گھر کو آتا ہوں
وہاں نہ ماں کو پاتا ہوں

جب وہ مجھے یاد آتی ہے
مجھے وہ بہت رولاتی ہے

یہ کوئی ٹائم ہے آنے کا یہ
یہ کوئی وقت ہے کھانے کا

گھر تو ٹائم سے آیا کر
کھانا وقت پہ کھایا کر

ایسی نہ کہیں سے آواز آتی ہے
پھر مجھے ماں یاد آتی ہے

جب تمہیں میں یاد کرتی ہوں
خود کو بے حال کرتی ہوں

ماں سے جب بات ہوتی ہے
اکثر وہ اُداس ہی ہوتی ہے

جب میں اپنا حال سُناتا ہوں
پھر اُس کو خوش میں پاتا ہوں

مجھ سے اک سوال کرتی ہے
میرے بِنا اُداس تو نہیں ہو تم

آنکھیں برسنیں لگتی ہیں
نہ کوئی بات نکلتی ہے

میں سِسکیاں سنبھال لیتا ہوں
اور باتوں میں اُسے ڈال لیتا ہوں

ماں تو آخر ماں ہوتی ہے
بچوں کی اپنے وہ جان ہوتی ہے

یا خدا میری ماں کو سدا سلامت رکھنا
اُسی سے میری نفیس پہچان ہوتی ہے

ماں

سہیل راشد

ماں تیرے بنا اب مجھے آرام نہیں ہے
لگتا ہے کہ دنیا سے کوئی کام نہیں ہے
گلشن کی بہاروں میں تجھے ڈھونڈ رہا ہوں
آکاش کے تاروں میں تجھے ڈھونڈ رہا ہوں
لاکھوں میں ہزاروں میں تجھے ڈھونڈ رہا ہوں
تجھ جیسا مگر کوئی بھی گلفام نہیں ہے
پوری نہ ہو ہے کون سی انساں کی ضرورت
لوٹ آتا ہے ایمان پلٹ آتی ہے دولت
دنیا میں مقرر ہے ہر اک چیز کی قیمت
ماں تیری محبت کا کوئی دام نہیں ہے
ماں یاد تری دل سے بھلائی نہیں جاتی
صورت تری آنکھوں سے ہٹائی نہیں جاتی
دل کی وہ تڑپ ہے کہ دبائی نہیں جاتی
خالی تری یادوں سے کوئی شام نہیں ہے
پردیس میں اب کون تجھے یاد کرے گی
خط لکھے گی نہ لکھوں تو فریاد کرے گی
دھمکائے گی مجھ کو تو کبھی شاد کرے گی
ماں کیا ہوا اب کیوں ترا ہنگام نہیں ہے

میری ماں

جنت نظیر ہے مری ماں
رحمت کی تصویر ہے مری ماں

میں ایک خواب ہوں زندگی کا
جس کی تعبیر ہے مری ماں

زندگی کے خطرناک راستوں میں
مشعلِ راہ ہے مری ماں

میرے ہر غم ، ہر درد میں
ایک نیا جوش ، ولولہ ہے مری ماں

میری ہر ناکامی وابستہ مجھ سے ہے
میری جیت میری کامیابی کا راز ہے مری ماں

چھپا لیتی ہے زخم کو وہ مرہم کی طرح
میرے ہر درد ہر غم کی دوا ہے مری ماں

دنیا میں نہیں کوئی نعم البدل اس کا
ممتا میں ہے مکمل ، فقط مری ماں

ماں

نہیں ثانی کوئی دنیا میں اس کا کوئی دنیا میں اس جیسا نہیں
قدر پوچھو تو اس قلبِ حزیں سے کہ جس کے سر پہ یہ سایہ نہیں ہے
مجھے دکھلائیو تو اک بار لا کر اگر ماں کی طرح کوئی کہیں ہے

یہ ماں ہی تو جو خود کو بھلا کرہمیں خونَ جگر سے پالتی ہے
لگا کر جان سے سنبھالتی ہے ہمیں انسانیت میں ڈھالتی ہے
اگر دیکھے ذرا مشکل میں ہم کو دعاؤں سے مصیبت ٹالتی ہے

مبادا چوٹ لگ جائے نہ ہم کو نہ ہونے دے ہمیں اوجھل نظر سے
کہیں جانا پڑے جو گھر سے باہر کرے رخصت دعائیں دے کے گھر سے
دعا رہتی ہے ہر دم اس کے لب پر خدا محفوظ رکھے ہم کو شر سے
ہمی ہیں اس کی ساری زرو دولت نہیں مطلب اسے لعل و گہر سے

وجود اس کا ہے اک انمول نعمت ہے لازم ہم پہ کرنا اس کی طاعت
بچاتی ہے ہمیں ہر نظرَ بد سے اور لے لیتی ہے خود پر ہر مصیبت
بہت بد بخت ہے وہ جس نے کھویا ملا فردوس پانے کا جسے وقت
اگر مل جائے ہم کو یہ سعادت تو سمجھو کہ یقناً ہم ہیں خوش بخت
اب اس سےآگے کیا رتبہ بیاں ہو نہیں اس سے زیادہ مجھ کو طاقت
خدا نے دی ہے اس کو ایسی عظمت کہ رکھدی اس کے قدموں میں ہے جنت

اک ماں کا سوال

ثمینہ فیاض

کیا کہوں اسے کہ دل ہو میرا بھی مطمئن سا
میں اسے جواب کیا دوں ؟سمجھاوں کیسے؟

میری آنکھ ہو نہ جھکی ہوئی! نہ گروں نگاہ میں اپنی
میں اپنے لہجے کی لرزش میں جھوٹ چھپاوں کیسے؟

سچ کا دامن نہ چھوڑنا اور جھوٹ کبھی نہ بولنا
اسی یقین سے کروں میں اسے تلقین کیسے؟

وہ جو ہر آہٹ پہ ہے حیران پریشان و خوف زدہ
سہم کر پوچھتا ہے! ماں یہ آواز آئی ہے کیسے؟

اس کے ننھے سے معصوم ذہن کو بہلاوں کیسے؟
اس کے بے قابو دھڑکتے دل کو سنبھالوں کیسے؟

کیا کہوں گولی کوئی کسی کو زیر کر گئی کیسے؟
پل بھر میں ہنستی بستی دنیا کسی کی اجڑ گئی کیسے؟

کسی کا لخت جگر کسی کا پیارا سہارا جدا ہوا کیسے؟
شوخیاں سسکیوں آہوں میں بدل گیں کیسے؟

خون کے پیاسے وحشی درندے گھومتے ہیں نگر نگر
بکھرے اعضاء کو ہم سمیٹتے ہیں کیوں اور کیسے؟

جان سکتا ہے وہی دل ہو جسکا ماں کے دل جیسا
ہر لمحہ زندگی کا گزرتا ہے دعاوں میں کیسے؟

سزا میں اتارے گئے ہیں آدم جس زمیں پر
لڑتی ہے نسل آدم اس زرو زمیں کیلیے کیسے؟

جسے انعام میں ملا ہو لقب اشرف المخلوقات کا
ہوگئے وہ انساں حیوان سے بھی بدتر کیسے؟

حقیقت دنیا کی جان کر دہشت و انتشار کی
ہونگے مرتب اثرات اس پر نہ جانے کیسے؟

جہاں بدلتے ہوں چہرے فقط مال و زر کے لیے ثمینہ
پھر بھلا چلے گا وہاں کوئی قاعدہ و قانون کیسے؟

لوری

نوید رزاق بٹ

ماں کی محبت عرش کا سایہ
ماں کی شفقت، جنت راحت
ماں کے آنسو آبِ زم زم
ماں کی دعائیں سُنتا ہوں

لاکھ دلوں میں درد بسائے
درد سے جو نہ عاجز آئے
ہنس کر جو غم پیتا جائے
دل وہ ماں کا چُنتا ہوں

ماں کی محبت عرش کا سایہ
ماں کی شفقت، جنت راحت
ماں کے آنسو آبِ زم زم
ماں کی دعائیں سُنتا ہوں

ماں

عرشیہ ہاشمی

تو میرے پاس ہے جنت ابھی ہے پاس میرے
تجھے منزل بنائے گی تیری یہ بیٹی ماں
ماں مجھے یاد ہے تو کیسے تڑپ اٹھتی تھی
تیرے بچے کسی مشکل میں جو پڑ جاتے تھے
تو تو پھر سانس بھی شب بھر لے نہ پاتی تھی
گواہ بے چینیوں کی ہے یہ تیری بیٹی ----ماں
تو نے الزام بے وفائی اپنے سر پہ لیا
اپنی اولاد کو پالا بڑی محبت سے
زمانے بھر کی کڑی دھوپ میں تھی سایہ بنی
کیا وفاؤں کا صلہ دے یہ تیری بیٹی ماں
خون دل دے کہ جگر گوشے تو نے پالے تھے
آج بیگم کے پجاری جو بن کے رہتے ہیں
ہے سراسر گناہ ،،اور ہے تذلیل وفا
کاش احساس جگا پائے تیری یہ بیٹی ماں
ہائے ظلمت کہ جنہیں خون دل دیا تو نے

زندگی بھر کے دکھوں میں تو ساتھ جلتی رہی
آج اس گھر میں تجھے بوجھ سمجھ بیٹھے ہیں
ہائے افسوس صد افسوس بڑی ظلمت ہے
تیرے حالات پہ دل کو جلائے تیری یہ بیٹی ماں
کس قدر رویا ہے دل تڑپا ہے
کتنا مغموم جدائی میں رہا کرتا ہے
حال دل کس کو سنائے تیری عرشی

ماں اور بچپن

ابراہیم شعبی

مجھے گود میں لے
اک بار پھر سے ماں !
میری بچپن کی یادوں کو
دوبارہ سے نیا ایک بار کردے ماں!
مجھے یاد ہے جب بھی میں
کبھی بے چین ہوتا تھا
مجھے آغوش میں لے کر
تو سینے سے لگاتی تھی
مجھے لوری سناتی تھی
مجھے ہر ڈر سے ، دکھ سے بچاتیؔ تھی
مجھے محسوس ہوتا تھا
کے میں جنت میں سوتا ہوں
میں جب بیمار ہوتا تھا
تیری شفقت کے سایہ میں
شفا یابی ملی مجھ کو
تیری آغوش کی حدت

تیرے انچل کی وہ ٹھندک

میں اب بھی چاہتا ہوں ماں!

میرے بچپن کی سب یادوں کو

پھر سے تازگی دے دے

مجھے پھر گود میں لے لے

مجھے گود میں لے

اک بار پھر سے ماں!

ماں

یومنا خاں

سلام ہو عظمت کو تیری اے پیاری ماں
کلام نہیں ایسا کوئی، ہو عظمت تیری جس سے بیاں

پاس میرے جس گھڑی ہوتی ہے ماں
لگتا ھے جیسے ہر سو ہو جنت کا سماں

کیا حیثیت تھی ماں میری تیرے بنا
جو کچھ میں بنا تیر ی بدو لت ہی بنا

کس پیار سے پروان چڑھایا مجھے ماں
کتنی محنت سےانسان بنایا مجھے ماں

کاش ہمیشہ رہوں میں تیری رحمت کے سایے تلے ماں
کہ کائنات میں تجھ جیسی اور کوئی نعمت کہاں

ممکن نھیں مجھ سے کہ کروں حق میں تیرا ادا
میں ناچیز ہوں اور تو اعلی و ارفع ہے ماں

اے ماں

راحت جبین

اے ماں

تیری یادوں کا سہارہ ہی

مجھے ہر شے سے پیارا ہے

تیرا وہ پیار برسانا، مجھے اب یاد آتا ہے

میرے سر کو سہلانا ، مجھے ہر دم رلاتا ہے

مجھے بانہوں میں بھر لینا

میری آنکھوں کو بگھوتا ہے

میں یہ کیسے بتاؤں کہ

مجھے اب تک نہیں بھولا

تیرے جانے کا وہ ایک پل

مجھے اب تک نہیں بھولا

تیرے سنگ گزرا ہر پل

محبت سے بھی تھا سرشار

مداوا بھی دکھوں کا تھا

تیرے جانے کے بعد اکثر

انہی یادوں کے گوشوں میں

میں یہ سوچتی ہوں اب

تجھے یاد کر کر کے

میں راتوں کو نہیں سوتی

مگر اے پیاری امی جان

کیا تو بھی مجھے یاد کرتی ہے؟

کیا اب بھی

تمہیں میرا بچپن یاد آتا ہے؟

میرے دل میں چھپے آنسو، جو تو بھانپ لیتی تھی

کیا اب بھی

انہیں تو دیکھ پاتی ہے؟

میرے دل کے ارمانوں کو

جو تو اک پل میں پہچان لیتی تھی

کیا اب بھی

تمہیں وہ محسوس ہوتے ہیں ؟

میرے دل کی خواہشوں کو جو تو پورا کرتی تھی

کیا اب بھی

انہیں تو نیا روپ دے سکتی ہے ؟

کیا اب بھی

تمہاری دعاؤں کے آنچل میں، میں سموئی ہوں؟

اے ماں، بتا مجھ کو؟؟؟

پیاری ماں

شایان غلامی

بس وہی کرتا ہے ہر حال میں خدمت ماں کی
اِسّے بڑھکر میں کروں اور کیا مدحت ماں کی
سچ ہے قرآن بھی کرتا ہے تلاوت ماں کی
کیسے بتلاوں میں لوگوں کو فضیلت ماں کی
اک مومن کی ہے پہچان زیارت ماں کی
پیار ہے عشق ہے الفت ہے محبت سب ہے
مامتا سب سے الگ ہے یہ محبت ماں کی
دور ہوجاتی ہے آنکھوں سے میری ہر مشکل
سامنے آنکھوں کے جب آتی ہے صورت ماں کی
ماں کی تاویز کو آنکھوں سے ملاکر رکھ لو
کام آجائیگی مشکل میں ضمانت ماں کی
کامیابی تو قدم چومے گے ہر منزل پر
ہاں سفر کرنے سے پہلے لو اجازت ماں کی
اتنا آسان نہیں ہوتا سمجھنا ماں کو
ہوگی اولاد تو سمجھے گے حقیقت ماں کی
جب بھی دل تڑپے گا اولاد کی ہر خواہش پر

تب نظر آئیگی لوگوں کو سخاوت ماں کی
رکھ دیا ہے تیری قدموں میں خدا نے جنت
غیر ممکن ہے لگائے کوئی قیمت ماں کی
اُس وقت تک نہیں مل سکتی خدا کی جنت
جب تلک پائے نا دنیا میں وہ جنت ماں کی
کیوں نا ملتی تجھے ہر موڑ پہ شہرت شایانؔ
تو نے پلکوں پہ سجایا ہے محبت ماں کی

جنت ہے ٹھکانہ ان کے لئے

ثروت انمول

جنت ہے ٹھکانہ ان کے لئے
جوخوش رکھتے ہے ماں باپ کو سدا کے لئے

حکم کی ان کے نافرمانی کرتے نہیں
ہر دم تیار ہے وہ تعمیل کے لئے

زمانہ بھی تعظیم سے ان کے آگے جھک جاتا
ہے
جو محنت کرتے ہے ماں باپ کے لیے

سالگرہ کا تحفہ

رخسانہ کوثر

یہ جو دن ہے آج کا خوب تر
رہے روشنی سے آباد تر
میری حسرتوں، میری چاہتوں
تو میری دعاؤں کا ہے ثمر
میری دعا ہے رب کریم سے
تیری خواہشیں تیری حسرتیں ساری مکمل ہوں
تیرے ہرقدم پہ وہ اپنا کرم کرے
نہ ہو غموں کی ردا کہیں
تیرے ہر قدم پہ اجالا بکھرا کرے
اجالا ہو ایسے کہ جیسے رحمتوں کی سبیل تر
ہوں گلاب تیرے تمام دن، ہو بہار تیری زندگی
میرے جان من، میرے ہم سفر، میرے ہمنوا، میرے ہمقدم
دل خوش میں یہی لفظ سبھنال رکھے ہیں
یہی خواہشیں ہیں قید تر
تیرا گھرجنت کی صورت ہو

تو جہاں رہے آباد رہے

تیری ہر دعا قبول ہو

کہ تو اک مسیحا کی مورت ہو

نہ ہو کہیں کوئی قید و بند

نہ ہو کہیں دکھوں کا کوئی جبر

تیری آنکھیں چمکیں سدا یونہی

جیسے فلک کا ابھرتا ہوا قمر

سارے موسم تیرے موسم ہوں

تو ہو موسموں کا دلربا

تو سراپا عشق بنا رہے

تیری نظر کو وہ عروج نصیب ہو

نہ ہوں کہیں کوئی پیچ و خم

یہ سارے لفظ ہیں تیری بندگی میں

تو میرا دیوتا بنا رہے

تو میری وفائیں سمیٹ کر میرے وجود میں بسا رہے

کٹ جائے تیرا یوں ہر سفر

میری محبتوں میری دعاؤں کی چھاؤں میں

رب کریم سینچ دے ہر محبت میری دعاؤں میں

جیسے ہے جنت ماں کے پاؤں میں

اماں جاں مرحومہ کے نام

پرنسیس چندہ

تمہاری یاد کا منظر ہم کبھی بھی کھو نہیں سکتے
تمہاری محبت و دعاؤں کے بغیر ہم سو نہیں سکتے

یہ یادیں، جدائی اور تمہاری خوشبو بہت بیتاب کرتی ہیں
اگر رونا بھی چاہیں ہم تو رو بھی نہیں سکتے

ہم اپنی سانس دے کر روک لیتے تم کو
ہمارے بس میں نہیں تھا ورنہ تم یہاں سے نہیں جا سکتی

لب پہ مغفرت کی دعا لئے گم سم ہیں ہم بہت
تمہارے واسطے دعا کئے بغیر ہم قرار سے رہ نہیں سکتے

یہ عجب بات سوچ کر ہم پھوٹ پھوٹ کے روتے ہیں
تیرے بنا ہے سونا گھر ہم اب کیوں خوش نہیں رہ سکتے

اے ماں مجھے نیند نہیں آتی

شہباز احمد

اے ماں مجھے نیند نہیں آتی
مجھے اپنی آغوش دے دو
میرے ماتھے پر لب محبت رکھ دو
مجھے میٹھی لوری سنا دو
میرے سارے غم مٹا کر
اپنے سینے کی ٹھنڈک میں چھپا لو
اے ماں
مدت ہوئی میں رویا نہیں ہوں
کئی راتیں کٹ گئیں میں سویا نہیں ہوں

وہ میرے بد سلوکی میں بھی

وہ میرے بد سلوکی میں بھی مجھے دعا دیتی ہے
آغوش میں لے کر سب غم بھلا دیتی ہے

یوں لگتا ہے جیسے جنت سے آ رہی ہو خوشبو
جب وہ اپنے پہلو سے مجھے ہوا دیتی ہے

میں اگر کروں انجانے میں کوئی غلطی
میری ماں اس پر بھی مسکرا دیتی ہے

کیا خوب بنایا ہے رب نے رشتہ ماں کا
ویران گھر کو بھی جنت بنا دیتی ہے

ماں کے بعد میرا کون سہارا ہے
یہی سوچ مجھے کبھی کبھی رلا دیتی ہے

ماں کا مُصّلی

شاکرہ نندنی

یہ ممکن ہے
کہ تُم کو لوٹنے میں دیر ہو جائے
دیئے بُجھنے کے باعث
جانی بُوجھی راہ کھو جائے
مرا دل
جاگنے کی چاہ کے ہوتے بھی سو جائے
بہر صورت ،اگر لوٹ آؤ
مرے کمرے میں کچھ پَل
خاموشی سے بیٹھ رہنا تم
یہاں رکھی ہوئی ہر شئے
بہت برسوں سے چُپ چُپ ہے
یہ جب باتیں کریں
خاموش رہنا، کچھ نہ کہنا تم
بس اِن کی گفتگو سُننا

ذرا سا کرب سہنا تم

مجھے معلوم ہے

چُھٹی تمہاری مُختصر ہو گی

اسی اِک آدھ ہفتے میں

ہزاروں کام بھی ہوں گے

بہت مصروفیت اوڑھے

وہ صبح و شام بھی ہوں گے

مگر ٹھہرو، رُکو

اِک بات تو سُن لو

مرے کپڑے مرا بستر

سبھی خیرات کر دینا

کتابیں اور تحریریں

بھلے ردی میں دے دینا

صفائی گھر کی کروانا

ہر اک شئے کو اُجلوانا

مگر میرا مُصلی

ہو سکے تو ساتھ لے جانا

اسے ہرگز نہ دھلوانا

یہ مَیلا ہی سہی

لیکن مرا برسوں کا ساتھی ہے

یہ میرے کرب سے واقف ہے

میرا رازداں ہے یہ
مرا محرم، مرا ساتھی
مری جائے اماں ہے یہ
بظاہر ایک ردی شئے
مگر جنسِ گراں ہے یہ
مری آہ و بُکا
رچ بس گئی ہے
اس کے ریشوں میں
تمہارے واسطے
شب بھر دعائیں اس پہ مانگی ہیں
مرے سجدوں میں جو ٹپکے تھے آنسو
جذب ہیں اس میں

ماں

شاکرہ نندنی، پُرتگال

مجھے یاد ہے وہ دن جب میں نے
تجھے خود سے الگ دیکھا تھا
خود کو تجھ سے بڑا سمجھا تھا
اپنی عقل کل سے تیری محبت کو پرکھا تھا
اپنی گڑیوں کو تجھ سے
''تیری نہیں'' کہہ کر چھینا تھا
خود کھانے کی ضد میں تیرے
ہاتھوں کو جھٹکا تھا
تیرا ہاتھ پکڑنے کی بجائے
دیواروں کو سہارا سمجھا تھا
میرے ہاتھ میں کئی کتابیں تھیں
اور تجھے علم کی پڑی تھی
کتنی آسانی سے ''تجھے کچھ نہیں آتا ماں''
یہ کہہ دیا تھا اور
تو نے بھی تو ہنس کر کہہ دیا تھا
مجھے بھی بتاؤ نا کیا لکھا ہے ان میں
وہ تیرا میرے ساتھ دن رات کا جاگنا

مجھے ہر آفت سے محفوظ رہنے کی دعا دینا
میری دوستوں کی لمبی فہرستیں
اور تیرا مسکرا دینا
وہ میری لغزشیں
وہ میری نافرمانیاں
وہ میری نادانیاں
سب کچھ اپنے آنچل میں چھپا کر
سب سے چھپا لینا
میری آنکھوں میں تیری یادیں
دعاؤں کی صورت نم ہیں
میری اچھی ماں ۔۔ سنو
میری بیٹی اب بڑی ہو گئی ہے
میری عقل اور سمجھ سے بھی بڑی
مجھے معاف کر دو ماں
بس ایک شکوہ ہے میرا تجھ سے
میں تجھ جیسی ہوتی
یہ دعا کیوں نہیں کی تھی

ماں کا سایہ

شاکرہ نندنی، پرتگال

گھٹنوں کے بل چلتے چلتے
کب پیروں پر کھڑی ہوئی
تیری ممتا کی چھائوں میں
جانے کب بڑی ہوئی

کالا ٹیکا و دودھ ملائی
اب بھی سب کچھ ویسا ہے
میں ہی میں ہوں ہر طرف
پیار یہ تیرا کیسا ہے

سیدھی سادھی، بھولی بھالی
میں ہی سب سے اچھی ہوں
کتنی بھی ہو جائوں بڑی
ماں، میں آج بھی تیری بچی ہوں

ماں اتنا بتادے یہ غم کیوں اُٹھا رہا ہوں

ساغر حیدر عباسی

ماں اتنا بتا دے یہ غم کیوں اُٹھا رہا ہوں
ہے کون سی کمی جو مجھ کو ستا رہی ہے
ہے کون سا وہ غم جو جی کو جلا رہا ہے
ماں اتنا بتا دے یہ غم کیوں اُٹھا رہا ہوں
ٹوٹا ہے دل یہ میرا نم ہیں مری نگاہیں
ہے کون سا وہ دکھ جو دل کو دکھا رہا ہے
میں نا تو بتا را ہوں نا ہی چھپا رہا ہوں
ماں اتنا بتا دے یہ غم کیوں اُٹھا رہا ہوں
ڈوبا ہوا ہوں کیوں میں ازل سے اندھیروں میں ماں
ہے کون سا یہ شکوہ جو لب سے بتا را ہوں
ماں اتنا بتا دے یہ غم کیوں اُٹھا رہا ہوں
رہتا ہوں غم کے گھر میں کس کی عنایتیں ہیں
ہے کس کی زہ نوازی دھوکہ جو یہ کھا را ہوں
ماں اتنا بتا دے یہ غم کیوں اُٹھا رہا ہوں
کس نے دیا ہے مجھ کو رسوایوں کا خزانہ
یہ کس کہ ظلم وستم کو میں نبھا رہا ہوں

ماں اتنا بتا دے یہ غم کیوں اُٹھا رہا ہوں
ماں تیرا غم لیے دل میں جیئے جا رہا ہوں
ماں اتنا بتا دے یہ غم کیوں اُٹھا رہا ہوں

میری ماں

کاشف علی ہاشمی

سینے سے پہلی بار لگایا خوشی کے ساتھ
وہ ماں تھی جس نے درد اٹھایا خوشی کے ساتھ

شب بھر وہ جاگتی رہی تنگی مجھے نہ ہو
اس نے تو مشکلوں کو نبھایا خوشی کے ساتھ

مجھ کو بنا سنوار کے رکھتی تمام دن
اپنا بھی آپ اس نے بھلایا خوشی کے ساتھ

بیمار ہوں جو میں تو وہ پرسانِ حال تھی
ہر غم کو اپنے دل سے لگایا خوشی کے ساتھ

گرتا اگر میں تھا تو اٹھاتی تھی دوڑ کر
یوں میرے لیے خود کو تھکایا خوشی کے ساتھ

اسکول کالجوں کی شروع دوڑ جب ہوئی
پیسوں کو جوڑ جوڑ پڑھایا خوشی کے ساتھ

جو کچھ بھی ہوں میں ماں کی دعاؤں سے آج ہوں
خود رہ کے غم میں مجھ کو ملایا خوشی کے ساتھ

خدمت کر کے تیرا حق ادا کرتا

فہیم شاعر

خدمت کر کے تیرا حق ادا کرتا
تیری ایک مسکراہٹ پہ اپنی جان فدا کرتا

سہارا بن کے تُو میری زندگی سنوارتی رہی
کاش میں اپنی زندگی کا ہر لمہ تجھے عطا کرتا

اگر خدا دیتا اجازت مجھے فہیم
تو دن رات ماں میں تجھے سجدہ کرتا

ماں

فہیم شاعر

مدحوشی کے عالم میں مجھ کو ہنساتی ہے ماں
خوابوں میں اکثر مجھے بھُلاتی ہے ماں

میری ویران زندگی میں پیار کی شمع جلاتی ہے ماں
ہر پل اپنے ہونے کا احساس مجھ کو دلاتی ہے ماں

میں چاہ کر بھی تجھے بھُلا نہ پایا
اتنا مجھے تُو یاد آتی ہے ماں

ماں کا پیار

فہیم شاعر

چلنا بولنا سکھایا تیری ماں نے تجھے
دنیا کی ساری آفات سے بچایا تیری ماں نے تجھے

اچھے برے کا فرق بتایا تیری ماں نے تجھے
ساری رات جاگ کے سُلایا تیری ماں نے تجھے

خُد بھوکی رہے کے کھانا کھلایا تیری ماں نے تجھے
تُو نہ فرمان تھا پھر بھی گلے سے لگایا تیری ماں نے تجھے

حق کیا ادا کرے گا اُس ماں کا فہیم
جس نے بنا مطلب کے زندگی کا حصہ بنایا ہے تجھے

ماں۔۔۔۔۔۔

فہیم شاعر

چمن تھا تُو اُس کا وہ تیرا باغبان تھا
زمین تھی تُو اُس کی وہ تیرا آسمان تھا

سہارا بنے گا تُو اُس کا دل میں یہ ارمان تھا
تیرے احماں بھی کام نہ آئیں گئے اگرتُو نہ فرمان تھا

تم نے کیے ستم پہ ستم پھر بھی تُو اُس کی جان تھا
اُس نے بھی خدمت نہ کی جو حافظ قرآن تھا

تم نے اُس کی پروا نہ کی جو تجھ پہ ہرپل قربان تھا
اُس کی خدمت اولاد پہ فرض ہے یہ میرے نبی کا فرمان تھا

بے ادبی کرتے ہو جس سے تم فہیم
تب کیوں نہیں بولا جب تُو بے زبان تھا

ماں کی جان ہے تو

نازیہ حیدر کراچی

میری ننھی پری، ماں کی جان ہے تو
ماں کی سانسیں ہیں، ماں کا مان ہے ُتو

تجھ سے ملی ماں کو دنیا نئ
ماں کا چین ہے، ماں کی پہچان ہے ُتو

تو جو ہے تو ماں کی دنیا میں رنگ
ماں کی جنت ہے، ماں کا ارمان ہے ُتو

اللہ رکھے تجھے ہر غم سے دور
ماں کی گڑیا، ماں کا سائبان ہے ُتو

ہاتھ اٹھائے جو ماں، ماں کی دعا بسُ تو
ماں کی زمین ُتو ، آسمان ہے ُتو

ماں

صفدر حسین

پروردگار ماں کی محبت کی ہے دلیل
اور ماں ہے خود خلوص کی ایثار کی فصیل
سینے پہ کائنات کے احساس کی ہے جھیل
عادل خدا کی ذات تو یہ ماں بھی ہے عدیل
اس ماں سے بڑھ کے کون ہے بالا بتایئے
اس ماں سے بڑھ کے چاہنے والا بتایئے

الفت ہے ماں کی الفتِ خالق کی جستجو
اسکا مزاج صرف محبت کی گفتگو
انسانیت کی نسل کی ماں قوتِ نمو
اولاد صرف ماں کی دعا سے ہے سرخرو
موضوع ملا ہے مادرِ حسنین سے مجھے
عزت ملی ہے خالقِ کونین سے مجھے

خلاقِ دو جہان ہو احسانِ معرفت
ہر بیت مرثیے کی ہو بس شانِ معرفت
ہر ایک بند جیسے دبستانِ معرفت

خود مرثیے کا لکھنا ہے عرفانِ معرفت
اس ماں کے صدقے اپنی دعائیں قبول ہیں
یہ چاند تارے ماں کے ہی قدموں کی دھول ہیں

ماں سوچیئے تو زینت ہستی کا ناز ہے
تفسیرِ عشقِ حق ہے محبت کا راز ہے
اولاد کے لیئے دلِ مادر گداز ہے
سچ پوچھیئے تو صبحِ ازل کی نماز ہے
صحرا کی دھوپ میں یہی چھاؤں کا نام ہے
اللہ کے نبی کی دعاؤں کا نام ہے

ماں پر ہر ایک عہدِ محبت تمام ہے
قدموں پہ ماں کے دنیا کی عزت تمام ہے
آغوشِ ماں میں لذتِ راحت تمام ہے
پاؤں کے نیچے اس کے ہی جنت تمام ہے
ماں آیتِ وفا ہے تو تفسیرِ صبر ہے
برسے دکھوں کی دھوپ میں جو ایسا ابر ہے

اللہ کی رحمتوں کا یہ ماں اختصار ہے
سچ تو یہ ہے کہ محورِ صبر و قرار ہے

جس پر خزاں نہ آئے یہ ایسی بہار ہے
جنت تو ماں کے قدموں کا اک افتخار ہے
رشتہ بھی ماں سے ارفع و اعلیٰ نہیں کوئی
اس کی نظر سے بڑھ کے اُجالا نہیں کوئی

ماں کا مقام پوچھیئے پروردگار سے
پیار اس کا منسلک ہوا اللہ کے پیار سے
انسان معتبر ہے اسی اعتبار سے
اولاد کو بچاتی ہے ہر انتشار سے
بے نور آنکھ کو بھی یہ ماں روشنائی دے
سجدے میں ہو جو ماں تو مُصلی دکھائی دے

ساری محبتوں کی ہوئی ماں سے ابتدا
بے شک ہے ماں خدا کی محبت کا سلسلہ
معراج ماں کی ذہنِ بشر سے ہے ماورا
یہ مرثیہ ہے مادرِ حسنین کی عطا
یہ ماں فلک مقام،محبت نشان ہے
یہ سورہ نسا بھی تو ماں ہی کی شان ہے

ہر ایک کامیابی کا ساماں ہے ماں کا نام
انوارِ عرش و فرش میں تاباں ہے ماں کا نام

آلِ نبی کے عشق میں میزاں ہے ماں کا نام
ناموں کی انجمن میں نمایاں ہے ماں کا نام
ماں کے حضور عرش بھی سر خم کئے ہوئے
اک دل میں کتنے بحرِ محبت لیئے ہوئے

از سر تا پا یہ ماں ہے محبت میں فیضِ عام
قندیلِ حُسنِ ذوق ہے ایثار کی امام
تکمیلِ نسلِ آدمیت ہے اسی کا نام
قائم اسی کے خُلق سے اخلاق کا نظام
مرکز عقیدتوں کا عقیدت شناس ہے
دنیا میں بیٹیوں کی فقط ماں پہ آس ہے

پوشیدہ ماں کے لفظ میں ہے ساری کائنات
اولاد پر ہے سایہ کناں صرف ماں کی ذات
شرمندہ اس کے سامنے ہے لُطفِ شش جہات
ماں جوہرِ حیات ہے ماں گوہرِ حیات
اللہ کی بارگاہ میں اس کی دُعا قبول
طالب رہے ہیں ماں کی دُعاؤں کے سب رسول

پہلی کریم ذات خدائے علیم ہے
پھر اُس کے بعد سب سے بڑی ماں کریم ہے

یہ ماں دکھوں کی دھوپ میں بادِ نسیم ہے
ماں میں بھی دیکھو حرفِ محبت کا میم ہے
انساں کی شخصیت کو نکھارے ہے ماں کی ذات
بچوں پہ اپنے سُکھ سبھی وارے ہے ماں کی ذات

غم کا پہاڑ موت ہے ماں کی خدا گواہ
یہ جو نہیں تو دن بھی ہیں جیسے شبِ سیاہ
دامن میں اس کے ملتی ہے آفات سے پناہ
خواہش کو ہم بہشت کی کہتے ہیں ماں کی چاہ
اولاد گر ہو دُکھ میں تو جل جائے ماں کا دل
بچوں کے غم میں اشکوں میں ڈھل جائے ماں کا دل

ہر بچہ لفظ پہلا جو کہتا ہے وہ ہے ماں
پھر عمر بھر کو ملتی ہے اس لفظ میں اماں
کتنی کڑی ہو دھوپ مگر ماں ہے سائباں
بچے کا پیار ماں کی محبت کا امتحاں
پیار اس کا ایک لمحے کا صدیوں کا پیار ہے
لاریب ماں ہی رحمتِ پروردگار ہے

ماں درس گاہِ فکر بنائے شعور ہے
ماں کی کنیز جنتِ ماویٰ کی حور ہے

ہر جزبۂ خلوص کا ماں میں ظہور ہے
یہ نورِ حُسن بھی ہے یہی حُسنِ نور ہے
اپنی مثال آپ ہے یہ شش جہات میں
ماں کی کوئی مثیل نہیں کائنات میں

رحمت خدا کی عظمتِ نسواں ہے ماں کا نام
افسانۂ حیات کا عنواں ہے ماں کا نام
دولت وفا کی عزتِ انساں ہے ماں کا نام
بے شک خدائے پاک کا احساں ہے ماں کا نام
لفظوں سے جس کے آتی ہے خوشبو وہ پھول ہے
معراج ساری ماؤں کی بنتِ رسول ہے

بے مثل ایک تحفۂ ربِ رحیم ہے
جیسے خدا عظیم ہے ماں بھی عظیم ہے
احساں خدائے پاک کا لطفِ عمیم ہے
شدت کی لو میں ماں ہی تو بادِ نسیم ہے
کی ہے تلاش ہم نے جہاں میں کہاں کہاں
ہے فاطمہ سی دوسری دنیا میں ماں کہاں

دریائے علم اجرِ رسالت ہیں فاطمہ
قرآن اختصار، فصاحت ہیں فاطمہ

محرومِ عدل، روحِ عدالت ہیں فاطمہ
اللہ کے نبی کی محبت ہیں فاطمہ
رازِ حیات بنتِ نبی کی حیات میں
ماں ایسی ہم نے دیکھی نہیں کائنات میں

بے شک امامِ صبر و قناعت ہیں فاطمہ
ہاں معدنِ متاعِ امامت ہیں فاطمہ
صلِّ علٰی نبی کی مودت ہیں فاطمہ
اطہر مزاج، شانِ طہارت ہیں فاطمہ
اس در سے بھیک مانگی ہے خیر جمال نے
پائی ہے پرورش یاں محمد کی آل نے

مریم سے جو سوا ہے فضیلت انہی کی ہے
کھائی قسم خُدا نے جو عصمت انہی کی ہے
یہ کربلا میں ساری ریاضت انہی کی ہے
اور روزِ حشر سچ ہے شفاعت انہی کی ہے
حق کا وہی شعار جو ان کا شعار ہے
ان کی رضا مشیعتِ پروردگار ہے

پارے ہیں جس کے بارہ وہ قرآں ہیں فاطمہ
ہر آیتِ یقین کا عنواں ہیں فاطمہ

بحرِ حیا و قلزمِ عرفاں ہیں فاطمہ
شانِ نبی کی نظموں کا دیوان ہیں فاطمہ
یہ رحمتِ خُدا کی مدلل دلیل ہیں
یہ افتخار و نازشِ ربِ جلیل ہیں

ان کے نفس نفس میں طہارت بسی ہوئی
گھر میں ہے ان کے پھیلی نبوت کی روشنی
کہتے ہیں اِن کی فکر کو آئینِ سرمدی
قرآن کی طرح سے ہے معصوم زندگی
رُتبے میں ساری ماؤں سے یہ سربلند ہیں
اولاد ارجمند ہے خود ارجمند ہیں

دنیا کی ساری ماؤں کی یہ ترجمان ہیں
جانِ حسن حسین ہیں زینب کی جان ہیں
قرآن کی طرح سے ہدایت نشان ہیں
خود اپنی ذات میں یہ امامت کی شان ہیں
ایمان جس کا ان پہ نہیں بد سرشت ہے
سچ پوچھیئے تو ان کی وِلا میں بہشت ہے

چکی کا پیسنا بھی عبادت بتول کی
قرآں کی آیتوں میں صداقت بتول کی

ہے طاعتِ رسول اطاعت بتول کی
کام آئی کربلا میں ریاضت بتول کی
چوکھٹ پہ ان کی سجدے کو جھکتا ہے آسماں
رُک جائیں گر یہ چلتے میں رُکتا ہے آسماں

جاگیر ان کی خُلد ہے اور ملک ہے اِرم
یہ ہیں زمانے بھر کی خواتیں میں محترم
رحمت خُدا کی خاص محمد کا ہے کرم
حشمت کا وہ مقام کہ ہے ہیچ ہر حشم
باتوں کے پھول جیسے نگینے جڑے ہوئے
جن کے لیئے رسول بھی خود اُٹھ کھڑے ہوئے

ہے کربلا دلیلِ بقائے حُسینیت
اُٹھی ہے اس زمیں سے صدائے حُسینیت
اب تک ہے سر بُلند نوائے حُسینیت
زینب کے سر سے اُتری ردائے حُسینیت
اک اور ماں ہے فخر زمانے کی ماؤں کا
یہ بھی صلہ ہے شب میں نبی کی دعاؤں کا

زینب ہے کربلا کے شہیدوں کی یادگار
بنتِ علی کے سر کی ردا دیں کا افتخار

دیکھا فلک نے قید میں بھی ان کا اختیار
خطبہ علی کی بیٹی کا جوں موجِ ذوالفقار
زینب خدا کے دین کا بھی زیب و زین ہے
بعد از حسین اصل میں زینب حسین ہے

زینب وہ ماں کہ جس سے امامت ہے سرخرو
زینب ہے ایک سلسلۂ حق کی جستجو
زینب سے کربلا میں شہادت کی آبرو
قرآن کا مزاج تھی زینب کی گفتگو
ان کی رگوں میں خونِ رسالت مآب ہے
زینب بھی ایک علمِ رسالت کا باب ہے

زینب ہے ساری ماؤں کی ممتا کا افتخار
کچھ ایسے اختیار کو لائیں بروئے کار
بچوں کو ہنس کے کر دیا شبیر پر نثار
لکھے جبینِ وقت پہ معنیء اقتدار
یہ سلسلۂ عصمتِ زہرا کا نام ہے
یہ ماں بھی اک تسلسلِ فکرِ امام ہے

چادر علی کی بیٹی کی نسوانیت کی لاج
اس گھر کے ہی طفیل میں پردے کا ہے رواج

ہر فرد اس گھرانے کا انسانیت کا تاج
رکھی ہے قید ہو کے بھی مظلومیت کی لاج
اللہ کے نبی کا یہ گھر انتخاب ہے
زہرا کے بعد چادرِ زینب حجاب ہے

پردے کو اہلبیت سے عظمت عطا ہوئی
اس گھر کو ہر قدم پہ شہادت عطا ہوئی
عصمت عطا ہوئی ہے طہارت عطا ہوئی
اس در پہ چاند تاروں کو عزت عطا ہوئی
احسان ہے حجاب یہ زہرا کی آل کا
چادر بھی کام دیتی ہے اِک رُخ سے ڈھال کا

یہ کربلا ہے دنیا کی ماؤں کا انتخاب
اس کربلا کی شان ہے اک ماں کا انقلاب
عاشور میں زمین پر اُترا جو آفتاب
کُملا کے جیسے رہ گئے فردوس کے گلاب
چہرے کو شیر خوار کے دیکھا رباب نے
ڈالی نگہ فلک پہ وہاں آں جناب نے

ممتا کا ماں کی سچ ہے یہ رُخ بھی ہے جاوداں
ان ماؤں نے اٹھائے مصائب کے امتحاں

گریہ کناں ہیں ان کے مصائب پہ انس و جاں
عظمت پہ ان کی آیا سلامِ شہِ زماں
دنیا میں دوسری نہیں ملتی کہیں رباب
یہ ماں بھی اہلِ بیت کے گھر کا ہے آفتاب

یہ کربلا کی مائیں ہیں توقیرِ انقلاب
تاریکیوں میں ان سے ہے تنویر انقلاب
ہاں ان کی بے ردائی ہے تشہیرِ انقلاب
ہیں خواب ان کی آنکھوں کے تعبیرِ انقلاب
ان کے عمل سے دیدہ و دل جگمگاتے ہیں
اب ہاتھ مل کے سارے دُعا کو اٹھاتے ہیں

خلاقِ دو جہاں تجھے حسنین کی قسم
ہیں وقت کے یزید کے نرغے میں آج ہم
طالب کرم کی بھیک کے اے اکرم الکرم
اے کاش ڈگمگائیں نہ محشر میں بھی قدم
چاروں طرف فضا ہے جو اک شورو شین کی
دنیا کو آج پھر ہے ضرورت حُسین کی

اولاد سے جو مائیں ہیں محروم آج تک
اصغر کے صدقے آنکھوں میں انکی بھی دے چمک

دیکھیں نجف میں روضۂ مولا کی اک جھلک
ہو مہرباں زمین تو راضی رہے فلک
بے بال و پر ہیں طاقتِ پرواز دے ہمیں
اس موت کے سکوت میں آواز دے ہمیں

صفدر خدا کو دو علی اصغر کا واسطہ
جکڑے رسن میں ہاتھ کھُلے سر کا واسطہ
عباسِ باوفا، علی اکبر کا واسطہ
جو کربلا میں لُٹ گیا اُس گھر کا واسطہ
تاحشر ماں کی ممتا کاسایہ بنا رہے
سر پر یہ شامیانہ فلک کا تنا رہے

صفدر دو رب کو ماں کی محبت کا واسطہ
بنتِ نبی کی عفت وعصمت کا واسطہ
اُن کے کرم کا رحمت و عظمت کا واسطہ
اصغر سے شیر خوار کی تُربت کا واسطہ
یہ مرثیہ بھی بنتِ نبی کو قبول ہو
ہر ماں کی قبر پر تری رحمت نزول ہو

ماں

دونوں جہاں میں رحمتِ پروردگارِ ماں

روزِ افضل،فضلِ بہار ماں

سر تا قدم خلوص و محبت ہے ماں

انسانیئت کے منہ پر مسلسل نکھار ماں

قدرت کو شاہکار یہ اپنا پسند ہے

اسکا تو آسماں سے بھی رُتبہ بلند ہے

نبیوں کو اور اِمام کو جِس نے جنم دیا

اِس کا رنگ و وجود ہے خوشبو ہے اور صبا

پیدا اسی کہ لب سے جہاں میں ہوئی دعا

قرآن میں خدا نے کیا اس کا تذکرہ

قدرت کا اس کے حق میں یہ پہلا اصول ہے

جنت تو ماں کے قدموں کے نیچے کی دُھول ہے

بچوں کے حق میں سایہِ دیوار کون ہے

دنیا ہے محو خواب تو بیدار کون ہے

شوہر اگر ہے پھول تو مہکار کون ہے

آندھی میں ہم کہ پر سرِ پیکار کون ہے

مریم ہے حاجرہ ہے تو خیر النساء ہے ماں

اِس سارے کائنات کے سرپر رِدا ہے ماں

خود جاگ کر سلاتی ہے بچوں کو رات میں

بیٹا اگر گرے تو گرتی ہے ماں اس کے ساتھ میں

دولت دعا کی رکھتی ہے یہ اپنے ہاتھ میں

بیٹا کہے تو جان بھی دے دے زکوۃ میں

حق اِس کی چاہتوں کا ادا کیسے ہو سکا

بھاری ہے کائنات سے ایک قطرہ دودھ کا

یاد آ رہی ھے اِس گھڑی ایک ایسی ماں کی

جو مطمئین تھی بھائی پے بچوں کو وار کر

زینب تھا نام جس کا چلن سیدہ کے تھے

بھیجا سلام حق نے سرِ کربلا جسے

اے ماں

(والدہ کے نام)

اے ماں تیرے قدموں کی کیا بات ہے
کہ جنت بھی تلووں کی سوغات ہے
خدا بھی مہرباں، اگر تو ہو راضی
وہ ناخوش ،خفا گر ، تیری ذات ہے

تو ہے شبنم کبھی، تو ہے شعلہ کبھی
پیار تیرا طوفان بھی ہے، دیپ بھی
یہ گنگا، یہ جمنا، یہ راوی کی ٹھنڈک
ترے ہی تبسم کی خیرات ہے

ترا چاند سا چہرہ، تکتے رہیں
ترا جلوہ، ہر روز، کرتے رہیں
تا ابد تو رہے، ہم پہ سایہ فگن
عجب تیری الفت کی برسات ہے

اپنی پیاری والدہ مرحومہ کی نذر

کمال وارث خاں

پیاری تھی وہ خدا کو خدا کے ہی گھر گئی
اس کی دعاؤں سے مری ہستی سنور گئی
اس جنتی کے قدموں کی جنت کا فیض ہے
نیکی سے ذہن و دل کو منور جو کر گئی

اک پیکر خلوص و محبت تھی میری ماں
میرے لئے سراپا رفاقت تھی میری ماں
اک دوست اور عالم و استاد بھی تھی وہ
حق تو یہ ہے کہ روح کی راحت تھی میری ماں

تیری شفقت کو یاد کرتا ہوں
تیری چاہت کو یاد کرتا ہوں
ماں! ضرورت پڑے جو ناصح کی
تیری صورت کو یاد کرتا ہوں

ماں

وقاص اقبال

رات کو اٹھ کر جو سجدوں میں گرا کرتی ہے ماں
اپنے بچوں کے لئے رب سے لڑا کرتی ہے ماں

پھونک دیتی ہے طبیبی پنج وقتہ روز و شب
کس طرح سے ہر بیماری کو شفا کرتی ہے ماں

ٹوٹ جاتا ہوں میں جب بھی اپنی ناکامی کے بعد
ایک بوسہ دے کے پھر مجھ کو کھڑا کرتی ہے ماں

کیا خبر کب لوٹ کے آجائے وہ پردیس سے
رات کو بیٹے کی خاطر در کھلا رکھتی ہے ماں

او ما میری پیاری ماں

چڑیوں کی ہے چہکار مگر تیری کمی ہے
او ما میری پیاری ماں

پھولوں کی ہے مہکار مگر تیری کمی ہے
او ما میری پیاری ماں

قسمت یا دولت ممتا سے ہے محروم
دولت کا ہے انبار مگر تیری کمی ہے

او ما میری پیاری ماں

رمضان کی رونق پھر تیرے دم سے دوبالا
ہے سحری و افتار مگر تیری کمی ہے

او ما میری پیاری ماں

او ماں مجھ کو جھلاو نا جھولا رے ماں

رحیم شاہ

کبھی میں دیکھوں کبھی میں سوچوں
یہ دنیا کیا ، کچھ بھی نہیں ہے
تو جو نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے
تیرے بنا ماں کچھ بھی نہیں ہے
او ماں مجھ کو جھلاو نا جھولارے ماں
زرا ہولے ہلاو ماں جھولا رے

جنت میری ہے پاؤں تیرے
کون ہے جو انکار کرے
میں نے جو کچھ کہا در گذر نہ کرو
اپنی ماں کو خفا عمر بھر نہ کرو
او ماں سب کو ہنساو نا جھولا رے ماں

خود گیلے پہ سوکھے پہ میں
کتنی راتیں جاگ گذارے
اب تو میں مشکل ہوں میں ترے بنا
سر پر ہاتھ رکھو میری پیاری ماں
او ماں مجھ کو جھلاو نہ جھولا رے ماں

میرے ہر غم کو سہتی ہے

میرے ہر غم کو سہتی ہے
میری ماں کتنی پیاری ہے
بلند وبالا وہ ہستی ہے
میری ماں کتنی پیاری ہے

مجھے بھوکا نہیں رکھتی
مجھے پیاسا نہیں رکھتی
خود بھوکی پیاسی رہتی ہے
میری ماں کتنی پیاری ہے

میرے ہر غم کو سہتی ہے
میری ماں کتنی پیاری ہے

میری ماں کا جگر زخمی ہو
پھر بھی اف نہیں کرتی

میرے خاطر وہ ہنستی ہے
میری ماں کتنی پیاری ہے

میرے ہر غم کو سہتی ہے
میری ماں کتنی پیاری ہے

وہ آنکھوں آنکھ میں مجھ کو
بتا دیتی ہے حال دل
زبان سے کچھ نہ کہتی ہے
میری ماں کتنی پیاری ہے

میرے ہر غم کو سہتی ہے
میری ماں کتنی پیاری ہے

وہ میرے آنکھ میں
آنسو کا قطرہ بھی جو دیکھے تو
وہ روتی ہے وہ تڑپتی ہے
میری ماں کتنی پیاری ہے

میرے ہر غم کو سہتی ہے
میری ماں کتنی پیاری ہے

میرے حق میں وہ اللہ سے
سدا غالب دعا غالب
وہ صبح و شام کرتی ہے
میری ماں کتنی پیاری ہے

میرے ہر غم کو سہتی ہے
میری ماں کتنی پیاری ہے

تیری جنت تیری ماں کے قدموں میں ہے

تیری جنت تیری ماں کے قدموں میں ہے
حج کا اجر و ثواب اس کے جلووں میں ہے

کتنی تاثیرماں کی دعاوں میں ہے
تو ہمیشہ خدا کی پناہوں میں ہے

یوں بڑھاپے میں ہے بوجھ لگتی تجھے
گذرا بچپن تیرا جس کی بانہوں میں ہے

حج کا اجر و ثواب اس کے جلووں میں ہے
تیری جنت تیری ماں کے قدموں میں ہے

خوشیاں ہر پل تجھے ہے جو دیتی رہی
آج حسرت کیوں اس کی نگاہوں میں ہے

حج کا اجر و ثواب اس کے جلووں میں ہے
تیری جنت تیری ماں کے قدموں میں ہے

ماں کے پاوں تلے تیری جنت بھی ہے
اس کی خدمت میں ہی تیری رفعت بھی ہے

رب نے بتلایا قرآن میں ماں کا مقام
ہے کوئی میرے بعد تو ماں کا مقام

حج کا اجر و ثواب اس کے جلووں میں ہے
تیری جنت تیری ماں کے قدموں میں ہے

دکھ نہ دینا کبھی ماں کو عابد کوئی
رب کی ناراضگی اس کی آہوں میں

اے خدا میری ماں کا تو رکھنا خیال
ہر مکاں ہر زماں اس کو رکھنا بہال

جو ماں کا دل دکھائے گا

میری ماں میری پیاری ماں
تجھ پہ دل وجاں ہے قربان

جو ماں کا دل دکھائے گا
وہ دنیا میں پچھتائے گا
سب دنیا میں رہ جائے گا
کچھ ہاتھ نہ تیرے آے گا

تیری ماں نے کتنے دن تک تجھ کو پیٹ میں پالا
دنیا میں جب آیا تجھ کو دے دیا منہ کا نوالا
منھ سے کچھ نہ بولی لفظ شکر خدا کا نکالا
روکھی سوکھی کھا کر اپنے منھ پر تالا ڈالا
دیکھ پلٹ اس کو ورنہ جیتے جی مر جائے گا

جو ماں کا دل دکھائے گا
وہ دنیا میں پچھتائے گا

تو جو رویا تو ماں نے گودی میں اٹھایا تجھ کو
رات رات کو جاگ کے ماں نے جھولا جھلایا تجھ کو

خود گیلی پہ سوتی سوکھے میں تجھ کو سلایا
اب بھی وقت ہے سوچ لے تو نے کیا پایا کیا کھویا
چوم لے ماں کے قدموں کو یہ موقع پھر نہ آئے گا

جو ماں کا دل دکھائے گا
وہ دنیا میں پچھتائے گا

ممتا کی آغوش میں تو نے کتنا وقت بتایا
تجھ پر تیرے والد کی حرمت کا تھاوہ سایہ
باپ کی شفقت سے تو نے تعلیم کا زیور پایا
تو والد کا پیار بنا، ماں کا جایا کہلایا
اب بھی کر لے محبت ان سے تو تاار بن جائے گا

جو ماں کا دل دکھائے گا
وہ دنیا میں پچھتائے گا

ماں کی دعا جنت کی ہوا سب کہتے دیوانے
اس کا مطلب اس کی حقیقت کوئی نہیں پہچانے
ماں نےعزت عظمت پائی آئے جتنے زمانے
دنیا میں حل کر دی مشکل ماں کی دعا نے
لے گا یہ دعا جو بھی عزت دولت شہرت پائے گا

جو ماں کا دل دکھائے گا
وہ دنیا میں پچھتائے گا

جو اولاد بھی کرتی ہے ماں باپ کی نافرمانی
ٹھوکر در در کھائیں گے جو کرت رہے من مانی
توبہ کر لو وقت اب بھی جو ہو گئی نادانی
ان کی خدمت سے ہو گی ہر مشکل میں آسانی
دل نہ دکھا نکلے جو آنسو، آنسو میں بہہ جائے گا

جو ماں کا دل دکھائے گا
وہ دنیا میں پچھتائے گا

ماں تُو مجھے بہت یاد آ رہی ہے

ماں کی لوری ، دُودھ کی کٹوری
ماں کا آنچل ، ماں کی گود
ماں کا پیار ، ماں کا دُلار
ماں کے ہاتھ سے بنے نوالے

ماں تُو مجھے بہت یاد آ رہی ہے

ماں سے رُوٹھنا ، ماں سے لاڈنا
ماں کی ڈانٹ ، ماں کا لاڈ
آج جو بھی بن پایا ہوں ماں
تیری ہی دی ہوئی سیکھ اور دعاؤں سے ہوں
میں تو دُنیا کی ہر چیز سے انجان تھا ماں
تُو نے ہی میری اُنگلی پکڑ کر ہر بات سکھائی ہے مجھے
تُو ہی میری اُستاد، تُو ہی میری دوست، تُو ہی میری آواز ہے ماں
آج بھی جب تکلیف سے مُنہ سے ماں نکلتا ہے

ماں تُو مجھے بہت یاد آتی ہے

اس دنیا کے ہر رشتے میں جُھوٹ اور فریب ہو سکتا ہے
اک ماں کا ہی رشتہ سچا اور صرف سچا ہوتا ہے
خُدا سے بھی پہلے ماں تیرا ہی نام لیتا ہوں
ماں تو ہی میری عبادت ہے ، ماں تو ہی میری بندگی ہے
تُجھ سے ہی یہ زندگی ہے
تُجھ سے ہی جُڑی میری ہر خوشی ہے
تُجھ سے ہی جینے کا احساس ہوتا ہے

ماں تُو کہاں ہے ، کیا تُو میرے پاس ہے؟
ماں میں تُجھے آواز دے رہا ہوں
ماں میں پریشان ہوں ، تیری گود میں سر رکھنا چاہتا ہوں
ماں میں اکیلا ہوں ، سالوں سے سویا نہیں ہوں
ماں میں تیری کہانیاں سُن کر سونا چاہتا ہوں
ماں میں اب روتا نہیں ہوں
میں تیرے آنچل سے اپنے آنسو پونچھنا چاہتا ہوں
ماں تُجھے کھو کر اب میں نے جانا ہے
جیون میں اب کیا کھونا ، کیا پانا ہے
ماں کیا نا ممکن ہے تُجھے واپس پانا؟
ماں تُو مجھے بہت یاد آ رہی ہے

ماں کی تخلیق

خدائے بزرگ و برتر نے

جب کائنات یہ بنائی

میٹھے میٹھے رنگوں سے سجائی

اور اس میں ملایا تھا

عبادتوں کا رنگ ، چاہتوں کا رنگ

محبتوں کا رنگ ، راحتوں کا رنگ

رحمتوں کا رنگ ، نعمتوں کا رنگ

دعاؤں کا رنگ ، وفاؤں کا رنگ

تنویر کا رنگ ، تقدیر کا رنگ

اور رنگ ہی رنگ !!!!!!!!!!!!

اور پھر ان تمام رنگوں پر آدمیت کا رنگ

چڑھایا تھا

جب تخلیقِ آدم کر کے خلیفہ اپنا بنایا تھا

پھر آدم کی فرمائش پر

اپنے نائب کی خواہش پر

عبادت سے ع لے کر

وفاؤں سے و لے کر

راحتوں سے ر لے کر

تقدیر سے ت لے کر

وجود اک تخلیق کیا

عورت اُس کو نام دیا

پھر جو اس میں کمی پائی

تو شان اُس کی یوں بڑھائی

کہ محمد کا م لیا

اللہ کا الف لیا

اور اپنی نعمتوں سے نون لے کر

ماں کا اُسے اعزاز دیا

کرم یہ نسلِ آدم پر کیا

اے خدائے بزرگ و برتر تیرا شکریہ

ماں پر غزل کے چند اشعار

منور رانا

ابھی زندہ ہے ماں میری مجھے کچھ بھی نہیں ہو گا
میں گھر سے جب نکلتا ہوں دعا بھی ساتھ چلتی ہے

جب بھی کشتی مری سیلاب میں آجاتی ہے
ماں دعا کرتی ہوئی خواب میں آ جاتی ہے

کہیں بے نور نہ ہو جائیں وہ بوڑھی آنکھیں
گھر میں ڈرتے تھے خبر بھی مرے بھائی دیتے

کیا جانے کہاں ہوتے مرے پھول سے بچے
ورثے میں اگر ماں کی دعا بھی نہیں ملتی

کچھ نہیں ہو گا تو آنچل میں چھپا لیگی مجھے
ماں کبھی سر پہ کھلی چھت نہیں رہنے دیگی

اے اندھیرے دیکھ لے منہ تیرا کالا ہوگیا
ماں نے آنکھیں کھول دی گھر میں اجالا ہوگیا

میں نے کل شب چاہتوں کی سب کتابیں پھاڑ دیں
صرف اک کاغذ پہ لکھا لفظ ماں رہنے دیا

کل اپنے آپ کو دیکھا تھا ماں کی آنکھوں میں
یہ آئینہ ہمیں بوڑھا نہیں بتاتا ہے

اس طرح میرے گناہوں کو وہ دھو دیتی ہے
ماں بہت غصے میں ہوتی ہے تو وہ رو دیتی ہے

کسی کو گھر ملا حصہ میں یا کسی کو دکان آئی
میں گھر میں سب سے چھوٹا تھا میرے حصے میں ماں

یہ ایسا قرض ہے جو میں ادا کر ہی نہیں سکتا
میں جب تک گھر نہ لوٹو میری ماں سجدے میں رہتی ہے

منور ماں کے آگے یوں کبھی کھل کر نہیں رونا
جہاں بنیاد ہو اتنی نمی اچھی نہیں ہوتی

لپٹ جاتا ہوں ماں سے اور موتی مسکراتی ہے
میں اردو میں غزل کہتا ہوں تو ہندی مسکراتی ہے

اداس رہنے کو اچھا نہیں بتاتا ہے
کوئی بھی زہر کو میٹھا نہیں بناتا ہے

بلندی دیر تک کسی شخص کے حصے میں رہتی ہے
بہت اونچی عمارت ہر گھڑی خطرے میں رہتی ہے

بہت جی چاہتا ہے قید جہاں ہم سے نکل جائے
تمہاری یاد بھی لیکن اسی ملبے میں رہتی ہے

میری خواہش ہے کے میں پھر سے فرشتہ بن جاؤں
ماں سے اس طرح لپٹ جاؤں کے بچہ ہو جاؤں

میں نے روتے ہوئے پوچھے تھے کسی دن آنسو
مدتوں ماں نے نہیں دھویا دوپٹہ اپنا

تیرے دامن میں ستارے ہیں تو ہوں گے اے فلک
مجھ کو اپنی ماں کی میلی اوڑھنی اچھی لگی

بلندیوں کا بڑے سے بڑا نشان چھوا
اٹھایا گود میں ماں نے تب آسمان چھوا

کم سے کم بچوں کے ہونٹوں کی ہنسی کی خاطر
ایسی مٹی میں ملانا کے کھلونا ہو جاؤں

مجھ کو ہر حال میں بخشے کا اجالا اپنا
چاند رشتے میں نہیں لگتا ماما اپنا

مختصر ہوتے ہوئے بھی زندگی بڑھ جائے گی
ماں کی آنکھیں چوم لیجیے روشنی بڑھ جائے گی

خدا نے یہ صفت دنیا کی ہر عورت کو بخشی ہے
کہ وہ پاگل بھی ہو جائے تو بیٹے یاد رہتے ہیں

چلتی پھرتی ہوئی آنکھوں سے اذاں دیکھی ہے
میں نے جنت تو نہیں دیکھی ہے ماں دیکھی ہے

برباد کر دیا ہمیں پردیس نے مگر
ماں سب سے کہہ رہی ہے کہ بیٹا مزے میں ہے

شہر کے رستے ہوں چاہے گاؤں کی پگڈنڈیاں
ماں کی انگلی تھام کر چلنا بہت اچھا لگا

ہو چاہئے جس علاقے کی زباں بچے سمجھتے ہیں
سگی ہے یا کہ سوتیلی ہے ماں بچے سمجھتے ہیں

ہوا دکھوں کی جب آئی کبھی خزاں کی طرح
مجھے چھپا لیا مٹی نے میری ماں کی طرح

سسکیاں اس کی نہ دیکھی گئیں مجھ سے راناؔ
رو پڑا میں بھی اسے پہلی کمائی دیتے

سر پھرے لوگ ہمیں دشمن جاں کہتے ہیں
ہم جو اس ملک کی مٹی کو بھی ماں کہتے ہیں

مجھے بس اس لیے اچھی بہار لگتی ہے
کہ یہ بھی ماں کی طرح خوشگوار لگتی ہے

بھیجے گئے فرشتے ہمارے بچاؤ میں
جب حادث ماں کی دعا سے الجھ پڑے

لبوں پہ اس کے کبھی بد دعا نہیں ہوتی
بس ایک ماں ہے جو مجھ سے خفا نہیں ہوتی

تار پر بیٹھی ہوئی چڑیوں کو سو تا دیکھ کر
فرش پر سوتا ہوا بیٹا بہت اچھا لگا

اب بھی چلتی ہے جب آندھی کبھی غم کی رانا
ماں کی ممتا مجھے باہوں میں چھپا لیتی ہے

مصیبت کے دنوں میں ماں ہمیشہ ساتھ رہتی ہے
پیمبر کیا پریشانی میں اُمّت چھوڑ سکتا ہے

جب تک رہا ہوں دھوپ میں چادر بنا رہا
میں اپنی ماں کا آخری زیور بنا رہا

دیکھ لے ظالم شکاری ماں کی ممتا دیکھ لے
دیکھ لے چڑیا ترے دانے تلک تو آ گئی

مجھے بھی اس کی جدائی ستاتی رہتی ہے
اسے بھی خواب میں بیٹا دکھائی دیتا ہے

مفلسی گھر میں ٹھہر نے نہیں دیتی اس کو
اور پردیس میں بیٹا نہیں رہنے دیتا

گلے ملنے کو آپس میں دعائیں روز آتی ہیں
ابھی مسجد کے دروازے پہ مائیں روز آتی ہیں

کبھی کبھی مجھے یوں بھی اذاں بلاتی ہے
شریر بچے کو جس طرح ماں بلاتی ہے

روشنی دیتی ہوئی سب لالٹینیں بجھ گئیں
خط نہیں آیا جو بیٹوں کا تو مائیں بجھ گئیں

وہ میلا سا بوسیدہ سا آنچل نہیں دیکھا
برسوں ہوئے ہم نے کوئی پیپل نہیں دیکھا

کئی باتیں محبت سب کو بنیادی بتاتی ہے
جو پر دادی بتاتی تھی وہی دادی بتاتی ہے

حادثوں کی گرد سے خود کو بچانے کے لئے
ماں ہم اپنے ساتھ اب تیری دعا لے جائیں گے

خود کو اس بھیڑ میں تنہا نہیں ہو نے دینگے
ماں تجھے ہم ابھی بوڑھا نہیں ہونے دینگے

پیڑ امیدوں کا یہ سوچ کے کاٹا نہ کبھی
پھل نہیں آئیں گے اس میں تو ہوا ہی دے گا
سکھ دیتی ہوئی ماؤں کو گنتی نہیں آتی
پیپل کی گھنی چھاؤں کو گنتی نہیں آتی

لپٹ کے روتی نہیں ہیں کبھی شہیدوں سے
یہ حوصلہ بھی ہمارے وطن کی ماؤں میں ہے

یہ سوچ کے ماں باپ کی خدمت میں لگا ہوں
اس پیڑ کا سایہ مرے بچوں کو ملے گا

یاروں کو مسرت میری دولت پہ ہے لیکن
اک ماں ہے جو بس میری خوش دیکھ کے خوش ہے

سمجھو کہ صرف جسم ہے اور جاں نہیں رہی
وہ شخص جو کہ زندہ ہے اور ماں نہیں رہی

پردیس جا رہے ہو تو تعویذ باندھ لو
کہتی ہیں مائیں بچوں سے اپنے پکار کے

نکلنے ہی نہیں دیتی ہیں اشکوں کو مری آنکھیں
کہ یہ بچے ہمیشہ ماں کی نگرانی میں رہتے ہیں

تیرے آگے ماں بھی موسی جیسی لگتی ہے
تیری گود میں گنگا میّا اچھا لگتا ہے

تیرے دامن میں ستارے ہیں تو ہونگے اے فلک
مجھ کو اپنی ماں کی میلی اوڑھنی اچھی لگی

جو بھی دولت تھی وہ بچوں کے حوالے کر دی
جب تلک میں نہیں بیٹھوں یہ کھڑے رہتے ہیں

جب بھی دیکھا مرے کردار پہ دھبہ کوئی
دیر تک بیٹھ کے تنہائی میں رویا کوئی

گھر کی دہلیز پہ روشن ہیں وہ بجھتی آنکھیں
مجھ کو مت روک مجھے لوٹ کے گھر جانا ہے

یہیں رہوں گا کہیں عمر بھر نہ جاؤں گا
زمین ماں ہے اسے چھوڑ کر نہ جاؤں گا

اب دیکھئے کون آئے جنازے کو اٹھانے
یوں تار تو میرے سبھی بیٹوں کو ملے گا

اب اندھیرا مستقبل رہتا ہے اس دہلیز پر
جو ہماری منتظر رہتی تھیں آنکھیں بجھ گئیں

اگر کسی کی دعا میں اثر نہیں ہوتا
تو میرے پاس سے کیوں تیر آ کے لوٹ گیا

کہیں بے نور نہ ہو جائیں وہ بوڑھی آنکھیں
گھر میں ڈرتے تھے خبر بھی مرے بھائی دیتے

دھنستی ہوئی قبروں کی طرف دیکھ لیا تھا
ماں باپ کے چہروں کی طرف دیکھ لیا تھا

کسی کو دیکھ کر روتے ہوئے ہنسنا نہیں اچھا
یہ وہ آنسو ہیں جن سے تخت سلطانی پلٹتا ہے

دن بھر کی مشقت سے بدن چور ہے لیکن
ماں نے مجھے دیکھا تو تھکن بھول گئی ہے

دعائیں ماں کی پہنچا نے کو میلوں میل جاتی ہیں
کہ جب پردیس جانے کے لئے بیٹا نکلتا ہے

دیا ہے ماں نے مجھے دودھ بھی وضو کر کے
محاذ جنگ سے میں لوٹ کر نہ جاؤں گا

کھلونوں کی طرف بچے کو ماں جانے نہیں دیتی
مگر آگے کھلونوں کی دکاں جانے نہیں دیتی

بہن کا پیار ماں کی مامتا دو چیختی آنکھیں
یہی تحفے تھے وہ جن کو میں اکثر یاد کرتا تھا

میرا بچپن تھا مرا گھر تھا کھلونے تھے مرے
سر پہ ماں باپ کا سایہ بھی غزل جیسا تھا

مقدس مسکراہٹ ماں کے ہونٹوں پر لرزتی ہے
کسی بچّے کا جب پہلا سپارہ ختم ہوتا ہے

کھانے کی چیزیں ماں نے جو بھیجی ہیں گاؤں سے
باسی بھی ہو گئی ہیں تو لذّت وہی رہی

میں وہ میلے میں بھٹکتا ہوا ایک بچہ ہوں
جسکے ماں باپ کو روتے ہوئے مر جانا ہے

ملتا جلتا ہے سبھی ماؤں سے ماں کا چہر ا
گردوارے کی بھی دیوار نہ گرنے پائے

منتظر ہونگی وہ پاکیزہ سی آنکھیں گھر میں
گھر کی دہلیز پہ نشّے میں کبھی مت جانا

میدان چھوڑ دینے سے میں بچ تو جاؤں گا
لیکن جو یہ خبر مر ی ماں تک پہونچ گئی

مجھے خبر نہیں جنت بڑی کہ ماں لیکن
بزرگ کہتے ہیں جنت بشر کے نیچے ہے

مجھے کڑھے ہوئے تکیئے کی کیا ضرورت ہے
کسی کا ہاتھ ابھی میرے سر کے نیچے ہے

بزرگوں کا مرے دل سے ابھی تک ڈر نہیں جاتا
کہ جب تک جاگتی رہتی ہے ماں میں گھر نہیں جاتا

محبت کرتے جاؤ بس یہی سچّی عبادت ہے
محبت ماں کو بھی مکّہ مدینہ مان لیتی ہے

ماں یہ کہتی تھی کہ موتی ہیں ہمارے آنسو
اسلئے اشکوں کا پینا بھی برا لگتا ہے

پردیس جانے والے کبھی لوٹ آئیں گے
لیکن اس انتظار میں آنکھیں چلی گئیں

میں کوئی احسان مانوں بھی تو آخر کس لئے
شہر نے دولت اگر دی ہے تو بیٹا لے لیا

اب بھی روشن ہیں تری یاد سے گھر کے کمرے
روشنی دیتا ہے اب تک ترا سایہ مجھ کو

مرے چہرے پہ ممتا کی فراوانی چمکتی ہے
میں بوڑھا ہو رہا ہوں پھر بھی پیشانی چمکتی ہے

وہ جا رہا ہے گھر سے جنازہ بزرگ کا
آنگن میں اک درخت پرانا نہیں رہا

وہ تو لکھا کے لائی ہے قسمت میں جاگنا
ماں کیسے سو سکے گی کہ بیٹا سفر میں ہے

شاہزادے کو یہ معلوم نہیں ہے شاید
ماں نہیں جانتی دستار کا بوسہ لینا

آنکھوں سے مانگنے لگے پانی وضو کا ہم
کاغذ پہ جب بھی دیکھ لیا 'ماں' لکھا ہوا

ابھی تو میری ضرورت ہے میرے بچوں کو
بڑے ہوئے تو یہ خود انتظام کر لیں گے

میں ہوں مرا بچہ ہے کھلونوں کی دکاں ہے
اب کوئی مرے پاس بہانا بھی نہیں ہے

اے خدا تو فیس کے پیسے عطا کر دے مجھے
میرے بچوں کو بھی یو نیو رسٹی اچھی لگی

بھیک سے تو بھوک اچھی گاؤں کو واپس چلو
شہر میں رہنے سے یہ بچہ برا ہو جائے گا

کھلونوں کے لئے بچے ابھی تک جاگتے ہوں گے
تجھے اے مفلسی کوئی بہانہ ڈھونڈ لینا ہے

ممتا کی آبرو کو بچا یا ہے نیند نے
بچہ زمین پہ سو بھی گیا کھیلتے ہوئے

میر ے بچے نامرادی میں جواں بھی ہو گئے
میری خواہش صرف بازاروں کو تکتی رہ گئی

بچوں کی فیس ، ان کی کتا بیں ، قلم، دوا ت
میری غریب آنکھوں میں اسکول چبھ گیا

وہ سمجھتے ہی نہیں ہیں مری مجبور ی کو
اس لئے بچوں پہ غصہ بھی نہیں آتا ہے

کسی بھی رنگ کو پہچاننا مشکل نہیں ہوتا
مرے بچوں کی صورت دیکھ اس کو زرد کہتے ہیں

دھوپ سے مل گئے ہیں پیڑ ہمارے گھر کے
میں سمجھتی تھی کہ کام آئے گا بیٹا اپنا

پھر اس کو مر کے بھی خود سے جدا ہونے نہیں دیتی
یہ مٹی جب کسی کو اپنا بیٹا مان لیتی ہے

تمام عمر سلامت رہیں دعا ہے یہی
ہمارے سر پہ ہیں جو ہاتھ برکتوں والے

ہماری مفلسی ہم کو اجازت تو نہیں دیتی
مگر ہم تیری خاطر کوئی شہزادہ بھی دیکھیں گے

ماں باپ کی بوڑھی آنکھیں میں ایک فکر سی چھائی رہتی ہے
جس کمبل میں سب سوتے تھے اب وہ بھی چھوٹا پڑتا ہے

دوستی دشمنی دونوں شامل رہیں دوستوں کی نوازش تھی کچھ اس طرح
کاٹ لے شوخ بچہ کوئی جس طرح ماں کے رخسار پر پیار کرتے ہوئے

ماں کی ممتا گھنے بادلوں کی طرح سر پہ سایہ کیے ساتھ چلتی رہی
ایک بچہ کتابیں لئے ہاتھ میں خامشی سے سڑک پار کرتے ہوئے

دکھ بزرگوں نے کافی اٹھائے مگر میرا بچپن بہت ہی سہا نا رہا
عمر بھر دھوپ میں پیڑ جلتے رہے اپنی شاخیں ثمر دار کرتے ہوئے

معلوم نہیں کیسی ضرورت نکل آئی
سر کھولے ہوئے گھر سے شرافت نکل آئی

اس میں بچوں کی جلی لاشوں کی تصویریں ہیں
دیکھنا ہاتھ سے اخبار نہ گر پائے

بچپن میں کسی بات پہ ہم روٹھ گئے تھے
اس دن سے اسی شہر میں ہیں گھر نہیں جاتے

بچھڑ کے تجھ سے تری یاد بھی نہیں آ ئی
ہمارے کام یہ اولاد بھی نہیں آئی

میں نرم مٹی ہوں تم روند کر گزر جاؤ
کہ میرے ناز تو بس کوزہ گر اٹھا تا ہے

مسائل نے ہمیں بوڑھا کیا ہے وقت سے پہلے
گھر یلو الجھنیں اکثر جوانی چھین لیتی ہیں

دولت سے محبت تو نہیں تھی مجھے لیکن
بچوں نے کھلونوں کی طرف دیکھ لیا تھا

جسم پر میرے بہت شفاف کپڑے تھے مگر
دھول مٹی میں اٹا بیٹا بہت اچھا لگا

بچے بھی غریبی کو سمجھنے لگے شاید
اب جاگ بھی جاتے ہیں تو سحری نہیں کھا تے

انہیں فرقہ پر ستی مت سکھا دینا کہ یہ بچے
زمیں سے چوم کر تتلی کے ٹوٹے پر اٹھاتے ہیں

بچھڑتے وقت بھی چہرا نہیں اتر تا ہے
یہاں سروں سے دوپٹہ نہیں اترتا ہے

کانوں میں کوئی پھول بھی ہنس کر نہیں پہنا
اس نے بھی بچھڑ کر کبھی زیور نہیں پہنا

محبت بھی عجب شے ہے کوئی پردیس میں روئے
تو فورا ہاتھ کی اک آدھ چوڑ ی ٹوٹ جاتی ہے

بڑ ے شہروں میں بھی رہ کر برابر یاد کرتا تھا
میں اک چھوٹے سے اسٹیشن کا منظر یاد کرتا تھا

مجھے بلاتا ہے مقتل میں کس طرح جاؤں
کہ میری گود سے بچہ نہیں اترتا ہے

اس وقت بھی اکثر تجھے ہم ڈھونڈ نے نکلے
جس دھوپ میں مزدور بھی چھت پر نہیں جاتے

شرم آ تی ہے مزدوری بتا تے ہوئے ہم کو
اتنے میں تو بچوں کا غبارہ نہیں ملتا

ماں کے نام مختلف غزل کے اشعار

جب چلی ٹھنڈی ہوا بچہ ٹھٹھر کر رہ گیا
ماں نے اپنے لعل کی تختی جلا دی رات کو

(سبط علی صبا)

یوں تو اب اسکو بجھائی نہیں دیتا لیکن
ماں ابھی تک میرے چہرے کو پڑھا کرتی ہے

ماں کی سب خوبیاں بیٹی میں چلی آئی ہیں
میں تو سو جاتا ہوں لیکن وہ جگا کرتی ہیں

رو رہے تھے سب تو میں بھی پھوٹ کر رونے لگا
ورنہ مجھ کو بیٹیوں کی رخصتی اچھی لگی

چمک سی آ گئی بوڑھی اداس آنکھوں میں
جو ماں کے ہاتھ میں بچے نے سب کمائی دی

(عمران الحق)

سوچتی رہتی ہے ماں افسر بنے گا میرا لعل
بھوکا بچہ آج ردی میں کتابیں دے گیا

اس ظلم کی دنیا میں فقط پیار میری ماں
ہے میرے لئے سایۂ دیوار میری ماں

نفرت کے جزیروں سے محبت کی حدوں تک
بس پیار ہے ، ہاں پیار ہے ، بس پیار میری ماں

رزاق اپنے رزق کی تقسیم دیکھ لے
اِک ماں نے لعل آج بھی بھُوکا سُلا دیا

سبق حیات کا آغاز ماں سے ہوتا ہے
حدیثِ مہد پڑھو پہلا سائباں ہے ماں
(سید انور جاوید ہاشمی)

زندگی کے سفر میں گردشوں کی دھوپ میں

جب کوئی سایا نہیں ملتا تو یاد آتی ہے ماں

شجر کی چھایا بھی ہے سر پہ آسماں ہے ماں

زمیں کی وسعتیں محدود بے کراں ہے ماں

(سید انور جاوید ہاشمی)

جب مایوسی دلوں پہ چھا جاتی ہے

دشمن سے بھی نام تیرا چھپواتی ہے

ممکن ہے کہ سکھ میں بھول جائیں اطفال

لیکن انہیں دکھ میں ماں ہی یاد آتی ہے

(مولانا الطاف حسین حالی رحمتہ اللہ علیہ)

عظیم رشتہ و پیوند ہے یہ ماں کا بھی

بگڑ بھی جائے گر اولاد پھر بھی ماں ہے ماں

شہر میں آ کر پڑھنے والے بھول گئے
کس کی ماں نے کتنا زیور بیچا تھا
(اسلم کولسری)

دعا کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے لرزتا ہوں
کبھی دعا نہیں مانگی تھی ماں کے ہوتے ہوئے
(افتخار عارف)

یک مدت سے مری ماں نہیں سوئی تابشؔ
میں نے اک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے
(عباس تابش)

سب نے مانا مرنے والا دہشت گرد اور قاتل تھا
ماں نے پھر بھی قبر پہ اس کی راج دلارا لکھا تھا
(احمد سلمان)

کتابوں سے نکل کر تتلیاں غزلیں سناتی ہیں
ٹفن رکھتی ہے میری ماں تو بستہ مسکراتا ہے
(سراج فیصل خان)

طفل میں بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی
(اکبر الہ آبادی)

ماں باپ اور استاد سب ہیں خدا کی رحمت
ہے روک ٹوک ان کی حق میں تمہارے نعمت
(الطاف حسین حالی)

ماں کی آغوش میں کل موت کی آغوش میں آج
ہم کو دنیا میں یہ دو وقت سہانے سے ملے
(کیف بھوپالی)

گھر لوٹ کے روئیں گے ماں باپ اکیلے میں
مٹی کے کھلونے بھی سستے نہ تھے میلے میں
(قیصرالجعفری)

آج پھر ماں مجھے مارے گی بہت رونے پر
آج پھر گاؤں میں آیا ہے کھلونے والا
(نامعلوم)

مدتوں بعد میسر ہوا ماں کا آنچل
مدتوں بعد ہمیں نیند سہانی آئی
(اقبال اشہر)

دور رہتی ہیں سدا ان سے بلائیں ساحل
اپنے ماں باپ کی جو روز دعا لیتے ہیں
(محمد علی ساحل)

اے رات مجھے ماں کی طرح گود میں لے لے
دن بھر کی مشقت سے بدن ٹوٹ رہا ہے
(تنویر سپرا)

بچے فریب کھا کے چٹائی پہ سو گئے
اک ماں ابالتی رہی پتھر تمام رات
(نامعلوم)

اس لیے چل نہ سکا کوئی بھی خنجر مجھ پر
میری شہ رگ پہ مری ماں کی دعا رکھی تھی
(نظیر باقری)

روشنی بھی نہیں ہوا بھی نہیں
ماں کا نعم البدل خدا بھی نہیں
(انجم سلیمی)

گھر سے نکلے ہوئے بیٹوں کا مقدر معلوم
ماں کے قدموں میں بھی جنت نہیں ملنے والی
(افتخار عارف)

بھوکے بچوں کی تسلی کے لیے
ماں نے پھر پانی پکایا دیر تک
(نواز دیوبندی)

ماں نے لکھا ہے خط میں جہاں جاؤ خوش رہو
مجھ کو بھلے نہ یاد کرو گھر نہ بھولنا
(اجمل اجملی)

ماں مجھے دیکھ کے ناراض نہ ہو جائے کہیں
سر پہ آنچل نہیں ہوتا ہے تو ڈر ہوتا ہے
(انجم رہبر)

سامنے ماں کے جو ہوتا ہوں تو اللہ اللہ
مجھ کو محسوس یہ ہوتا ہے کہ بچہ ہوں ابھی
(محفوظ الرحمان عادل)

اب اک رومال میرے ساتھ کا ہے
جو میری والدہ کے ہاتھ کا ہے
(سید ضمیر جعفری)

شاید یوں ہی سمٹ سکیں گھر کی ضرورتیں
تنویرؔ ماں کے ہاتھ میں اپنی کمائی دے
(تنویر سپرا)

وہ لمحہ جب مرے بچے نے ماں پکارا مجھے
میں ایک شاخ سے کتنا گھنا درخت ہوئی
(حمیرا رحمان)

شام ڈھلے اک ویرانی سی ساتھ مرے گھر جاتی ہے
مجھ سے پوچھو اس کی حالت جس کی ماں مر جاتی ہے
(نامعلوم)

کہو کیا مہرباں نا مہرباں تقدیر ہوتی ہے
کہا ماں کی دعاؤں میں بڑی تاثیر ہوتی ہے
(انجم خلیق)

کس شفقت میں گندھے ہوئے مولا ماں باپ دیے
کیسی پیاری روحوں کو میری اولاد کیا
(انجم سلیمی)

سرور جاں فزا دیتی ہے آغوش وطن سب کو
کہ جیسے بھی ہوں بچے ماں کو پیارے ایک جیسے ہیں
(سرفراز شاہد)

میں اپنی ماں کے وسیلے سے زندہ تر ٹھہروں
کہ وہ لہو مرے صبر و رضا میں روشن ہے
(ابوالحسنات حقی)

گھر کی اس بار مکمل میں تلاشی لوں گا
غم چھپا کر مرے ماں باپ کہاں رکھتے تھے
(نامعلوم)

باپ زینہ ہے جو لے جاتا ہے اونچائی تک
ماں دعا ہے جو صدا سایہ فگن رہتی ہے
(سرفرازنواز)

بجھتے ہوئے دیے پہ ہوا نے اثر کیا
ماں نے دُعائیں کیں تو دوا نے اثر کیا

غلافِ خانۂ کعبہ کبھی جز دان لگتا ہے
دوپٹہ ماں کے سرپر سورہ رحمن لگتا ہے
بہاریں دین و دنیا کی اسی آنچل سے لپٹی ہے
نہ ہو گھر میں قدم ماں کا تو گھر ویران لگتا ہے

محبت تکتے رہتی ہے بھروسہ ٹوٹ جاتا ہے
ذرا سی چوٹ لگ جائے تو شیشہ ٹوٹ جاتا ہے
بہت نازک سا ہوتا ہے آبگینہ ماں کے سینہ میں
نگاہیں پھیر لے بیٹا کلیجہ ٹوٹ جاتا ہے

بخار آجائے تو اس کی تپش اسے کم کرتی
میری تکلیف کو وہ اپنے کھاتہ میں رقم کرتی
قسم اللہ کی مجھ کو بلائیں چھو نہیں سکتی

میری ماں چاروں قل پڑھ کر میرے سینہ پر دم کرتی

عنوان ہے محبت اور کتاب ہے زندگی
ماں باپ کے بغیر عذاب ہے زندگی

تیری ہر بات چل کر یوں ہی میرے جی سے آتی ہے
کہ جیسے یاد کی خوشبو کسی ہچکی سے آتی ہے
مجھے آتی ہے تیرے بدن سے اے ماں وہی خوشبو
جو ایک پوجا کے دیپک میں پگھلتے گھی سے آتی ہے

اپنے شہر کی تازہ ہوا لے کے چلا ہوں
ہردرد کی یاد میں دوا لے کے چلا ہوں
مجھکو یقین ہے کہ رہونگا میں کامیاب
کیونکہ میں گھر سے ماں کی دُعا لے کے چلاہوں

ہنستے ہوئے ماں باپ کی گالی نہیں کھاتے
بچے ہیں تو کیوں شوق سے مٹی نہیں کھاتے

نہ کوئی وفا کام آئی

نہ کوئی جفا کام آئی

وقت آہن جب کبھی آیا

ماں کی دعا کام آئی

(ندیم افضل)

لگنے لگے ہیں ماں کو پرندے بھی اب جہاز

بیٹے کو کاش لوٹ کے آنا نصیب ہو!!

(جبار واصف)

سروں پہ اپنے بچوں کے رِدائیں چھوڑ جاتی ہیں

کہ مائیں مر بھی جائیں تو دُعائیں چھوڑ جاتی ہیں

(عابد معروف مغل ایڈووکیٹ)

تیری کرامت سے ھے یہ زندگی میری

تیری خدمت میں ہی ہے بندگی میری

تیرے احکام سے ہے یہ سادگی میری

تو جو ہے تو بس ہے ہر خوشی میری

(تسلیم کوثر تاسی)

تیرے بعد تیرے سوا اے میری پیاری ماں

مجھے تجھ سا کوئی رفیق نہ ملا

روتی ہوں خود اپنے ہی گلے لگتی ہوں
پھر مجھ کو کوئی کاندھا شفیق نہ ملا
(عدیلہ چوہدری)

تیرے قدموں میں یہ سارا جہاں ہوگا اِک دِن
ماں کے ہونٹوں پر تبسم کو سجانے والے
(شاکرہ نندنی)

ماں! یہ تیرے نین کسے ہر وقت نیہارے ہیں؟
بھلا اڑنے والے پنچھی کبھی لوٹ کر پدھارے ہیں؟
(موناشہزاد)

جاں فدا تجھ پہ کیسے کروں ماں
ادا حق تیرا کیسے کروں ماں
(رزوانہ وقار)

ان آنکھوں میں بند تھا اک درد کا دریا
ہر اشک تھا ڈرا ہوا ،سہا ہوا
(موناشہزاد)

رہ نہ سکی چپ مونا
پوچھ بیٹھی کیا ہے تمہارا گناہ.
(موناشہزاد)

بولی وہ بہت دقت سے
بیاہی بیٹیوں کی ماں ہوں میں
(موناشہزاد)

تھکا ماندہ جب آدھی رات کو گھر لوٹتا ہوں میں
فقط اک ماں ہے جو دروازے کے اکثر پاس ملتی ہے
مصیبت آ بھی جائے جو میرے اوپر نہیں ڈرتا
دعا ماں کی محافظ بن کے میرے ساتھ چلتی ہے
(مضمل مختار اعظم)

ماں بھی کیا خوب ہستی ہے دنیا کی بنائی میرے رب نے
دیدار جس کا سبھی دکھ پریشانیاں کر دیتا ہے ختم خود بہ خود
(محمد اویس)

دیکھو دنیا والوں ایسی ہوتی ہے ماں
خود روتی ہے مجھے ہنساتی ہے ماں
(ساحر نواز)

میں زرا کبھی دیر سے آوں گھر
میرے لئے اداس ہو جاتی ہے ماں
(ساحر نواز)

جبینِ ناز جھکتی ہے تو بس معبود کے آگے
میں سجدہ ماں کو کر دیتا اگر یہ کفر نہ ہوتا
(معجز رضا)

اس سے پہلے کے بشر سوچ اللہ کیسا ھوتا ہے
ماں بنا کے رب نے اشارہ سا کر دیا

ماں کے گھر سے آ کے اس گھر میں جب میں بہت اکیلی تھی
تب جا کے میں نے جانا کہ میری ماں تو میری سہیلی تھی
ماں کے گھر میں اکثر ماں سے اختلاف رھتا
خود ماں بنی تو جانا دل ماں کتنے درد سھتا
(ارشد ندیم)

ماں جب بھی گھر سے دور جاتی ہے
میری زندگی اداس ہو جاتی ہے
(ملک افتخار)

جو بھی اس دہر میں ماں باپ کا گھر بھول گیا
اپنی منزل کے قریب آ کے سفر بھول گیا

سارے موسم سے بچاکر جسے پھلدار کیا
خودغرض کتنا ہے انسان شجر بھول گیا

سب کچھ مل جاتا ہے دنیا میں مگر
یاد رکھنا کہ بس ماں باپ نہیں ملتے
(شاکرہ نندنی)

مرجھا کر جو گر جائیں ایک بار ڈالی سے
یہ ایسے پھول ہیں جو پھر نہیں کھلتے
(شاکرہ نندنی)

بھاری بوجھ پہاڑ سا کچھ ہلکا ہو جائے
جب میری چنتا بڑھے ماں سپنے میں آئے
(اختر نظمی)

تجھ سے دور پردیس میں رہنا بھی
جہنم سے کم تو نہیں ہے " ماں"
(مظہر اقبال)

آج بھی موت نے مجھ کو آواز نہ دی
آج پھر ماں کی دعا اثر کر گئی
(سلامت شاکر)

محبّت پھوٹ پڑتی ہے
ماں کی دعاؤں سے
کہیں اک نرم کونپل میں
کہیں مِٹی کی خوشبو میں

کہیں بچے کی غوں غوں میں

(شاکرہ نندنی)

دنیا کے دکھوں سے جیت کر مشہور ہو گئی

اتنی خوشیاں ملیں کہ سب پریشانی دور ہو گئی

میں تو شیشے کی تھی، دنیا نے پتھر تھے مارے

ماں کی پناہ میں جب آئی تو میں کوہِ نور ہو گئی

(شاکرہ نندنی)

ماں سے بڑھ کر کوئی نام کیا ہوگا

اس نام کا ہم سے احترام کیا ہوگا

جس کے قدموں تلے جنّت ہے

اس کے سر کا مقام کیا ہو گا

ماں بھی کیا خوب ہستی ہے دنیا کی بنائی میرے رب نے

دیدار جس کا سبھی دکھ پریشانیاں کر دیتا ہے ختم خود بہ خود

(محمد اویس)

جن کے سر پہ ماں کی دعا ہوتی ہے
زہر سے بھی حاصل ان کو شفا ہوتی ہے
(ساغر حیدر عباسی)

تُو جا بسی ہے زمیں کے اندر
تیری خوشبو آتی ہے آسماں سے
نہ تُو دور ہے نہ تُو پاس ہے
تجھے اے ماں! لاؤں کہاں سے؟
رانا تبسم)

افسانۂ حیات کا عنواں ہے ماں کا نام
دولت وفا کی عزتِ انساں ہے ماں کا نام
بے شک خدائے پاک کا احساں ہے ماں کا نام
لفظوں سے جس کے آتی ہے خوشبو وہ پھول ہے
معراج ساری ماؤں کی بنتِ رسول ہے

اے پیاری ماں تیرا انچل سبھی انچل سے اچھا ہے
لگا دے جو مجھے کاجل وہ ہر کاجل سے اچھا ہے
اگر اک ٹاٹ پر پانچوں نمازیں پڑھ رہی ہے تو
قسم اللہ کی وہ ٹاٹ ہر مخمل سے اچھا ہے

جو والدین کا خادم جوان بیٹا نہیں ہوتا
تو اس کی زندگی کا فیصلہ اچھا نہیں ہوتا

اسعد سن لڑکیوں کے پیار سے دھوکا تو ہوتا
مگر ماں کی محبت سے کبھی دھوکا نہیں ہوتا

مائے

علی زریون

سُنو ماں

جی نہیں لگتا

قسم سے

اب تمھارے بِن یہاں پر جی نہیں لگتا

تم اچھی تھیں بہت مائے

بتایا تک نہیں مجھ کو

بِنا سسکی بھرے، اک خواب میں سوئیں

تو جا گیں دوسری جانب

اور اتنی دور جا نکلیں جہاں سے واپسی ممکن نہیں ہوتی

ہمیشہ ڈانٹتی تھیں تم

"بتائے بن کبھی بھی دیر تک باہر نہ بیٹھا کر"

مگر خود کیا کیا مائے

کوئی ایسے بھی کرتا ہے؟؟

عدم آباد کی دیوار کے اُس پار ایسے جا کے بیٹھی ہو

جہاں سے یاد آسکتی ہے لیکن۔۔۔۔۔۔۔ تم نہیں مائے

جہاں تم ہو

وہاں سب خیر ہے، پیارا ہے اور سر سبز ہے سب کچھ

وہاں دھڑکا نہیں کوئی

یہاں خطرہ ہی خطرہ ہے

یہاں تنبیہ پر تکفیر لاگو ہے

ہوس زادوں کے ہاتھوں عشق کی تحقیر لاگو ہے

میں اب تک اُس خدا کے ساتھ ہوں

جس کا تعارف تم نے بچپن میں کرایا تھا

بتایا تھا

خدا ظلمت نہیں ہوتا

خدا خود آگہی کا اسمِ اعظم ہے

خدا کے نام لیوا، نام لیوائی کا خدشہ بھی نہیں رکھتے

تمھی نے تو سکھایا تھا

علی اپنا، حسین اپنا، عمُر اپنا، ہر اک صدّیق ہے اپنا

کوئی جھگڑا نہیں تھا

ہم سبیلیں خود لگاتے تھے

محرّم کے دنوں میں کوئی گھر میں بھی اگر ہنستا تو تم کچھ بولتی کب تھیں

نگاہوں ہی نگاہوں میں کوئی تنبیہ تھی جو جاری ہوتی تھی

وہ کیسی سرزنش تھی

جو نہایت پیار سے تعلیم دیتی تھی

تو سب بچوں کی آنکھوں میں محرّم جاگ اٹھتا تھا

بھلا ہم ایسے لاعلموں کو کب معلوم ہوتا تھا

کہاں ہنستا کہاں ہنسنا نہیں ہے

تم بتاتی تھیں

مجھے سب یاد ہے مائے

تمھارا مجھ سے یہ کہنا

علی پتّر تُو پنجابی اچ نئیں لکھدا؟

جے نئیں لکھدا تے لکھیا کر

فقیراں عاشقاں سُچیاں دی دھرتی دی بڑی انمول بولی اے"

میں لکھدا سی مری مائے

پیاری ماں

پیاری ماں

آپ ہر دم

پُر تبسم

ہولے ہولے

مسکراتی رہتی ہیں

بھلا کیسے..؟

کوئی یوں

زمانے کے گرم سرد سے خوش رہ سکتا ہے

بھلا کیسے۔۔ماں۔۔؟

اچھے برے میں ہر دم شکر گزاری کر سکتا ہے

مجھے یاد ہے

ہمارے سوالوں پر

آپ نے

باری باری

ہم سب کا ماتھا چوما تھا

مسکراتے ہوئے کہا تھا

میرے بچوں

اپنی انا کے جال کبھی نہ بننا

عفو، در گزر سے ہمیشہ کام لینا

تم دیکھنا

تمہارے تبسم کی شفق

کبھی ماند نہیں پڑے گی

میری ماں

مجھے رات گئے تک باہر رہنے سے روکتی رہتی تھی

میں اس کی باتیں سن کر یونہی چل دیتا تھا

کل سے جلدی آؤں گا کہہ کے ٹال دیتا تھا

وہ مجھے دیکھ کر مُسکرا دیتی

اور بڑے پیار سے چپت لگاتی

میں اسے بہت ستاتا تھا نخرے بہت دکھاتا تھا

وہ ہر بار میرے ناز اٹھاتی تھی

وہ میرے صدقے واری بھی جاتی تھی

رات کے کسی پہر بھی جو گھر آتا تو اس کو اپنا منتظر پاتا

دن رات اس کے پیار کی برسات ہوتی

اس کی دُنیا ہمیشہ میرے ساتھ ہوتی

پر اب!

زندگی میں وہ بات نہیں ہے

کیوں کہ وہ میرے ساتھ نہیں ہے

اس کے پیار بنا دل کی زمین سُوکھی ہے

ایک وہی مخلص تھی ساری دنیا رُوکھی ہے

گھر جب لوٹتا ہوں وہ نگاہیں ڈھونڈتا ہوں

سما جاؤں جن میں وہ باہیں ڈھونڈتا ہوں

ان جگہوں کو دیکھتا رہتا ہوں جہاں بیٹھ کر وہ میرا انتظار کیا کرتی تھی،

میں گھنٹوں اپنا چہرہ دیکھتا ہوں جہاں وہ مجھے پیار کیا کرتی تھی

تیری دعا کے بغیر سڑکوں پر نکل جاتا ہوں

ہر قدم ہر رستے پر ٹھوکر کھاتا ہوں

ماں تو میرے لئے خدا کی صورت تھی

تو لوٹ آ کہ ابھی مجھے تیری ضرورت ہے

میں گھر جلدی لوٹ آؤں گا خدا قسم تجھے ناں ستاؤں گا

تیری خدمت صبح، شام کروں گا جو تو کہے گی وہی کام کروں گا

میرے کان پھر سے منتظر ہیں تو اک بار وہ لوری سنا دے

اک عرصہ ہوا میں سویا نہیں

تو اپنی گود میں مجھے سُلا دے۔۔۔۔۔۔!!!!!!!!!

ماں کی فریاد

میرے بچو، گر تم مجھ کو بڑھاپے کے حال میں دیکھو
اُکھڑی اُکھڑی چال میں دیکھو
مشکل ماہ و سال میں دیکھو
صبر کا دامن تھامے رکھنا
کڑوا ہے یہ گھونٹ پہ چکھنا
"اُف" نہ کہنا، غصے کا اظہار نہ کرنا
میرے دل پر وار نہ کرنا

ہاتھ مرے گر کمزوری سے کانپ اٹھیں
اور کھانا، مجھ پر گر جائے تو
مجھ کو نفرت سے مت تکنا، لہجے کو بیزار نہ کرنا
بھول نہ جانا ان ہاتھوں سے تم نے کھانا کھانا سیکھا
جب تم کھانا میرے کپڑوں اور ہاتھوں پر مل دیتے تھے
میں تمہارا بوسہ لے کر ہنس دیتی تھی
کپڑوں کی تبدیلی میں گر دیر لگا دوں یا تھک جاؤں
مجھ کو سُست اور کاہل کہہ کر، اور مجھے بیمار نہ کرنا
بھول نہ جانا کتنے شوق سے تم کو رنگ برنگے کپڑے پہناتی تھی
اک اک دن میں دس دس بار بدلواتی تھی

میرے یہ کمزور قدم گر جلدی جلدی اُٹھ نہ پائیں
میرا ہاتھ پکڑ لینا تم، تیز اپنی رفتار نہ کرنا
بھول نہ جانا، میری انگلی تھام کے تم نے پاؤں پاؤں چلنا سیکھا
میری باہوں کے حلقے میں گرنا اور سنبھلنا سیکھا

جب میں باتیں کرتے کرتے، رُک جاؤں، خود کو دھراوں
ٹوٹا ربط پکڑ نہ پاؤں، یادِ ماضی میں کھو جاؤں
آسانی سے سمجھ نہ پاؤں، مجھ کو نرمی سے سمجھانا
مجھ سے مت بے کار اُلجھنا، مجھے سمجھنا
اکتا کر، گھبرا کر مجھ کو ڈانٹ نہ دینا
دل کے کانچ کو پتھر مار کے کرچی کرچی بانٹ نہ دینا
بھول نہ جانا جب تم ننھے منے سے تھے
ایک کہانی سو سو بار سنا کرتے تھے
اور میں کتنی چاہت سے ہر بار سنایا کرتی تھی
جو کچھ دہرانے کو کہتے، میں دہرایا کرتی تھی

اگر نہانے میں مجھ سے سُستی ہو جائے
مجھ کو شرمندہ مت کرنا، یہ نہ کہنا آپ سے کتنی بُو آتی ہے
بھول نہ جانا جب تم ننھے منے سے تھے اور نہانے سے چڑتے تھے
تم کو نہلانے کی خاطر
چڑیا گھر لے جانے میں تم سے وعدہ کرتی تھی
کیسے کیسے حیلوں سے تم کو آمادہ کرتی تھی

گر میں جلدی سمجھ نہ پاؤں، وقت سے کچھ پیچھے رہ جاؤں

مجھ پر حیرت سے مت ہنسنا، اور کوئی فقرہ نہ کسنا

مجھ کو کچھ مہلت دے دینا شائد میں کچھ سیکھ سکوں

بھول نہ جانا

میں نے برسوں محنت کر کے تم کو کیا کیا سکھلایا تھا

کھانا پینا، چلنا پھرنا، ملنا جلنا، لکھنا پڑھنا

اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے اس دنیا کی، آگے بڑھنا

میری کھانسی سُن کر گر تم سوتے سوتے جاگ اٹھو تو

مجھ کو تم جھڑکی نہ دینا

یہ نہ کہنا، جانے دن بھر کیا کیا کھاتی رہتی ہیں

اور راتوں کو کھوں کھوں کر کے شور مچاتی رہتی ہیں

بھول نہ جانا میں نے کتنی لمبی راتیں

تم کو اپنی گود میں لے کر ٹہل ٹہل کر کاٹی ہیں

گر میں کھانا نہ کھاؤں تو تم مجھ کو مجبور نہ کرنا

جس شے کو جی چاہے میرا اس کو مجھ سے دور نہ کرنا

پرہیزوں کی آڑ میں ہر پل میرا دل رنجور نہ کرنا

کس کا فرض ہے مجھ کو رکھنا

اس بارے میں اک دوجے سے بحث نہ کرنا

آپس میں بے کار نہ لڑنا

جس کو کچھ مجبوری ہو اس بھائی پر الزام نہ دھرنا

گر میں اک دن کہہ دوں عرشی اب جینے کی چاہ نہیں رہی ہے

یونہی بوجھ بنی بیٹھی ہوں، کوئی بھی ہمراہ نہیں ہے

تم مجھ پر ناراض نہ ہونا

جیون کا یہ راز سمجھنا

برسوں جیتے جیتے آخر ایسے دن بھی آجاتے ہیں

جب جیون کی روح تو رخصت ہو جاتی ہے

سانس کی ڈوری رہ جاتی ہے

شائد کل تم جان سکو گے، اس ماں کو پہچان سکو گے

گرچہ جیون کی اس دوڑ میں، میں نے سب کچھ ہار دیا ہے

لیکن، میرے دامن میں جو کچھ تھا تم پر وار دیا ہے

تم کو سچا پیار دیا ہے

جب میں مر جاؤں تو مجھ کو

میرے پیارے رب کی جانب چپکے سے سرکا دینا

اور، دعا کی خاطر ہاتھ اُٹھا دینا

میرے پیارے رب سے کہنا، رحم ہماری ماں پر کر دے

جیسے اس نے بچپن میں ہم کمزوروں پر رحم کیا تھا

بھول نہ جانا، میرے بچو

جب تک مجھ میں جان تھی باقی

خون رگوں میں دوڑ رہا تھا

دل سینے میں دھڑک رہا تھا

خیر تمہاری مانگی میں نے

میرا ہر اک سانس دعا تھا

میری ماں بُھول جاؤں میں

میری ماں بھول جاؤں میں۔۔۔

کہاں تک بھول جاؤں میں۔۔۔

یرے لہجے کی وہ نرمی۔۔۔۔۔۔

ترنُم ریز سی لوری۔۔۔۔وہ باتوں کا سحر تیری

کہ

جن میں اک درد تھا مداوا تھا۔۔۔۔

کچھ کر گزرنے کا

مزاجِ ذات میں میری تیری باتیں ہی رہبر تھیں

جواں ساولولہ تھیں۔۔۔۔محبت کا سراپا تھیں۔۔۔۔

ہر یک دُکھ کا مداوا تھیں۔۔۔۔۔

اور اب۔۔۔۔جب کہ میں

تُجھسے کوسوں میل دور بیٹھا ہوں

کوئی بھی دُکھ رولاتا ہے

مجھے ڈستی ہے تنہائی

تو میری ماں۔۔۔۔۔

یاد آتی ہے۔۔۔ تیری آغوش کی گرمی۔۔۔

ترنّم ریز سی لوری

وہ باتوں کا سحر تیری

اور پھر

مچل کر میری آنکھوں سے

ٹپک پڑتے ہیں جب آنسو۔۔۔۔

تو میری ماں۔۔۔۔ کوئی آنچل نہیں ہوتا۔۔۔۔۔

یہی آنسو۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میرا تکیہ بھگوتے ہیں

میری ماں بُھول جاؤں میں

کہاں تک بُھول جاوں میں

کہاں تک بھُول جاؤں میں